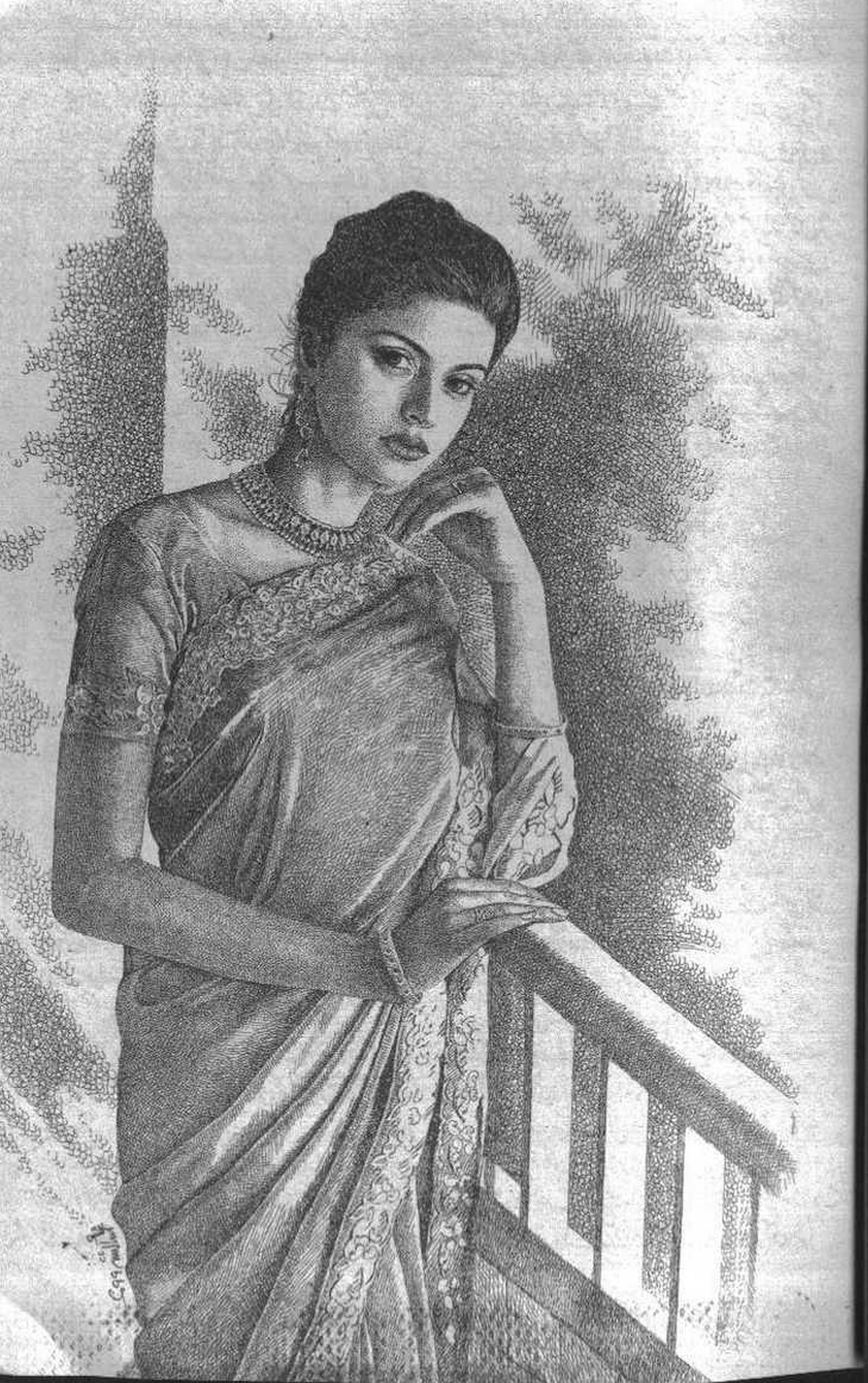

راشدہ رفعت

زندگی خوبصورت ہے

اس نے بس ٹرمینل کے آگے گاڑی روک کر ٹرمینل سے باہر نکلنے والے مسافروں پر نگاہیں دوڑائی تھیں۔ بہت تیز رفتار ڈرائیونگ کے بعد وہ مقررہ وقت پر ٹرمینل پہنچنے میں کامیاب ہوا تھا۔ مسافر اپنا سامان اٹھائے باہر نکل رہے تھے۔ اسے بھی زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا تھا۔ وہ یقیناً "ماہا ہی تھی" اگرچہ وہ اسے ایک طویل عرصے کے بعد دیکھ رہا تھا مگر اسے پہچاننے میں اسے زیادہ دشواری نہیں ہوئی۔ اس کے چہرے پر ویسی ہی معصومیت تھی، جیسی اس کے بچپن میں ہوتی تھی۔ بیضوی چہرہ اور حیران پریشان بڑی بڑی آنکھیں۔ سعد گاڑی سے اتر کر اس کے قریب گیا تھا۔

"ماہا؟" اس نے قریب جا کر کنفرم کرنا چاہا تھا۔ ماہا کا دھیان اس کی جانب ابھی تک نہیں گیا تھا، یوں پکارے جانے پر اچانک چونکی تھی، مگر اگلے ہی پل اس کے چہرے پر مطمئن سی مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

"تھینک گاڈ! آپ آ گئے۔ میں تو پریشان ہو رہی تھی کہ جانے کوئی مجھے لینے آئے گا بھی یا نہیں۔"

ماہا نے فوراً" سے پیشتر اپنا بیگ اسے پکڑایا تھا۔ سعد نے ڈگی میں بیگ رکھ کر اس کے لیے فرنٹ ڈور کھولا۔

"لیکن مجھے یقین تھا کہ بے شک باقی سب بھول جائیں لیکن آپ کو میری آمد کا وقت یاد رہے گا۔" وہ بہت مان

مکمل ناول

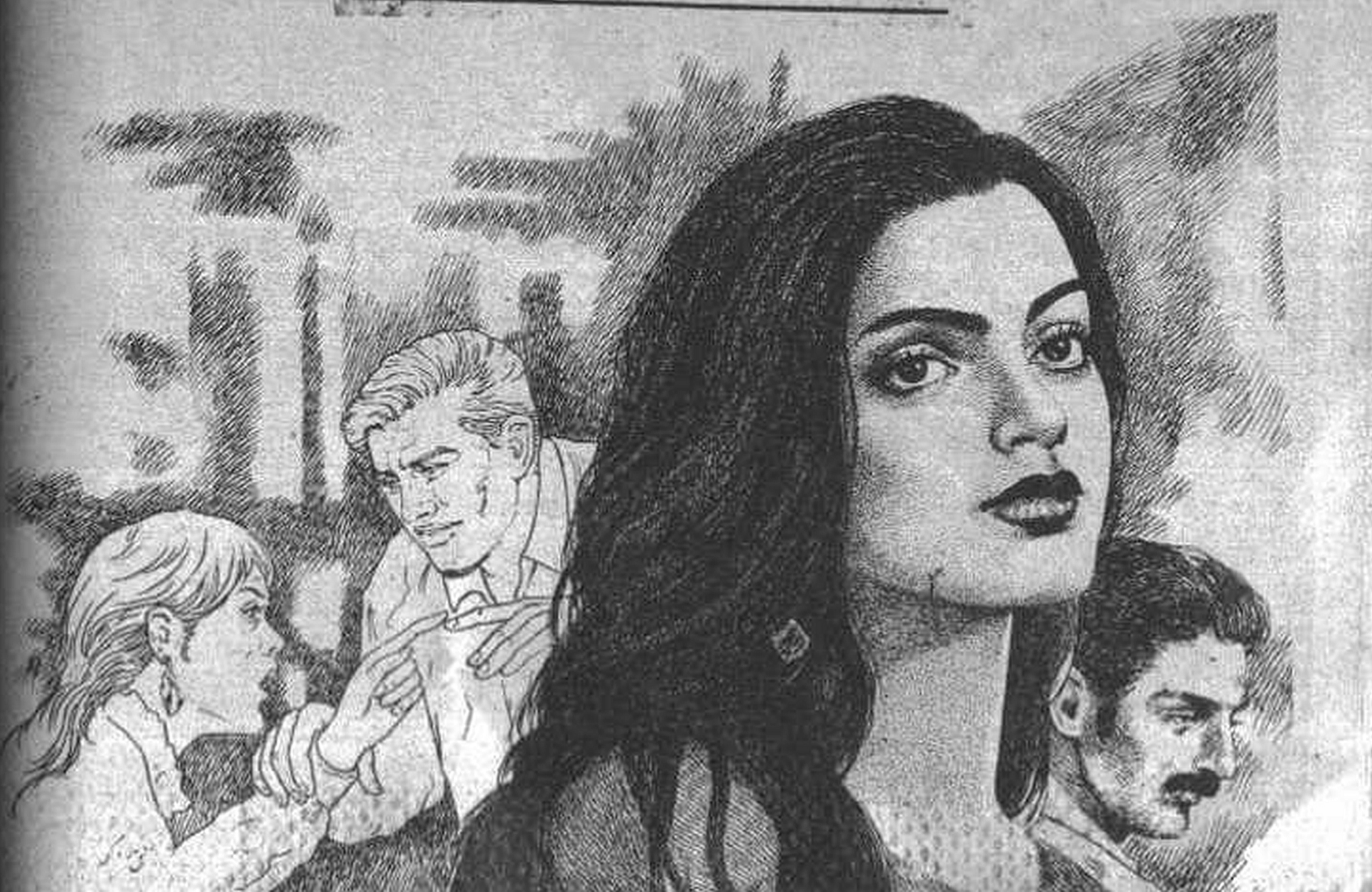

بھرے لہجے میں بولی۔ سعد کو اس کی خوش گمانی پر حیرت ہوئی۔ اس کا جی چاہا کہ ایک سیکنڈ سے پہلے اس کی غلط فہمی دور کردے۔ اسے تو اس کی آمد کے متعلق ابھی آدھا گھنٹہ پہلے ہی پتا چلا تھا۔ وہ ایک ضروری فائل لینے آفس سے گھر آیا تھا۔ اپنے کمرے سے فائل اٹھا کر جب وہ واپس جاتے ہوئے لاؤنج سے گزرا تو تائی جان کسی سے فون پر بات کر رہی تھیں۔ انہوں نے اشارے سے اسے روکا۔ وہ بادل نخواستہ رکا تھا مگر اگلے ہی پل تائی جان کی بات سن کر چونکا تھا۔

"کیسی باتیں کرتی ہو مدحت! بھلا مجھے بھول سکتا ہے کہ ماہا پہنچنے والی ہوگی۔ تم نے اسے کوچ میں بٹھا کر مجھے اطلاع دے تو دی تھی۔ میں تو اس وقت سے اپنی بچی کا انتظار کر رہی ہوں۔" تائی جان نے لہجے میں مٹھاس بھر کر فون کی دوسری طرف موجود ہستی کو مخاطب کیا تھا اور چند لمحوں کے لیے سعد بھی اسی ہستی کی یاد میں کھو سا گیا تھا۔ کتنے برسوں بعد ان کا نام سنا تھا۔

"ہاں ہاں تم فکر نہ کرو۔ سہیل گیا ہوا ہے اسے لینے، جیسے ہی گھر پہنچتی ہے، میں تمہیں فون کر کے بتاتی ہوں۔" تائی جان نے فون پر بات ختم کی تو جیسے وہ بھی اپنے خیالوں کی دنیا سے واپس آیا۔

"کہیں جا رہے ہو بیٹا؟" انہوں نے اسے مخاطب کیا۔

"ایک فائل گھر بھول گیا تھا، وہی لینے آیا تھا۔ اب واپس جا رہا ہوں۔" اس نے سپاٹ سے لہجے میں جواب دیا۔

"تمہیں تکلیف تو ہوگی مگر ماہا کو لے کر آنا ہے۔ لوگ تو بس زبان ہلا کر فارغ ہو جاتے ہیں۔ بھابھی! ماہا اکیلی پہلی بار اتنی دور آئی ہے، کسی کو بھیج دیجیے گا اسے لینے۔"

تائی جان نے مدحت چچی کی نقل اتاری تھی اور سعد کو ان کے اس انداز سے تکلیف پہنچی تھی۔ بے شک مدحت چچی کے لیے اس کے دل میں برسوں کی ناراضی اور خفگی موجود تھی لیکن تائی جان کو کوئی حق نہیں پہنچتا تھا کہ ان کا یوں مذاق اڑاتیں۔

"استانی ہے نا، اسی لیے حکم دینے کی عادت پڑ گئی ہے لیکن یہاں کون اتنا فارغ بیٹھا ہے کہ اس کی بچی کو لینے اتنی دور جائے اور اب ایسی بھی دودھ پیتی بچی نہیں ہوگی ماہا، ٹیکسی کر کے آجائے۔ خود کو گھر یاد نہیں تو ٹیکسی والے کے ہاتھ پر ایڈریس کی پرچی رکھ دے۔ اب میں نے مدحت سے کہہ تو دیا کہ سہیل لینے گیا ہوا ہے لیکن سہیل کے پاس اتنی فرصت کہاں۔ اس کی جان کو کیا کم بکھیڑے ہیں۔ شادی بھی اس کی اور ساری ذمہ داریاں بھی اسی کے سر۔ وہ تو مانو ایک ٹانگ پر کھڑا ہے کل کہہ رہا تھا۔" تائی جان اپنی عادت کے مطابق طویل اور لایعنی بات چھیڑ چکی تھیں۔

"کوچ کس ٹائم تک پہنچے گی؟" اس نے کوفت زدہ ہو کر ان کی بات کاٹی اور تائی جان کو بھی اس کے وقت کے قیمتی ہونے کا احساس ہو گیا تھا، جب ہی جلدی سے کوچ کی آمد کا ٹائم بتایا تھا۔ سعد نے گھڑی پر نگاہ ڈالی۔ اگر وہ تیز رفتار ڈرائیونگ کرتا تو مقررہ وقت تک بس ٹرمینل تک پہنچ سکتا تھا۔

"لیکن اگر تمہیں آفس پہنچنے کی جلدی ہے تو رہنے دو۔ میں سہیل کو فون کر کے دیکھتی ہوں اگر کہیں آس پاس ہوا تو اسے ..." سعد نے ان کی بات مکمل ہونے کا انتظار کیے بنا باہر کی جانب قدم بڑھا دیے تھے۔

اور اب یہ ماہا صاحبہ فرما رہی تھیں کہ مجھے یقین تھا کوئی آئے یا نہ آئے آپ مجھے لینے ضرور آئیں گے۔

"آپ کو پتا ہے میں پورے تیرہ برس بعد اس شہر میں آئی ہوں۔" کچھ دیر تک باہر کے نظاروں کو تکنے کے بعد اس نے پھر سعد کو مخاطب کیا۔ عجیب حسرت زدہ تھا اس کا لہجہ۔

"کتنی تبدیلیاں آگئی ہیں نا یہاں۔" گاڑی سبک خرامی سے سڑک پر دوڑ رہی تھی، جب اس نے ایک بار پھر خود کلامی کے سے انداز میں اسے مخاطب کیا۔

"گزرتے وقت کے ساتھ تبدیلیاں تو آتی ہی ہیں۔" سعد نے بھی جیسے خود کلامی ہی کی تھی۔

"اور سب سے زیادہ تبدیل تو آپ ہوئے ہیں۔" اس نے ذرا سی گردن ترچھی کر کے سعد کو دیکھا۔ سعد نے اس بات کی وضاحت مانگے بغیر نگاہیں سامنے ونڈ اسکرین پر ہی جمائے رکھیں۔

"آپ پہلے کی نسبت بہت ڈیشنگ اور اسمارٹ ہو گئے ہیں۔ میں تو آپ کو دیکھ کر حیران ہی رہ گئی۔"

ماہا نے اس کی خاموشی سے بدمزہ ہوئے بغیر بات جاری رکھی تھی اور اپنی ذات پر کیے گئے اس کے تبصرے نے سعد کو حیران تو کیا، ساتھ ساتھ قدرے دکھ بھی ہوا۔ مدحت چچی جیسی ڈیسینٹ خاتون کی بیٹی سے وہ پہلی ملاقات میں اس بات کی توقع نہ کر رہا تھا۔ کتنے بولڈ انداز میں اس نے سعد کی تعریف کی تھی۔ لگتا ہی نہ تھا کہ اس لڑکی کی تربیت مدحت چچی کے ہاتھوں انجام پائی ہے۔

"ویسے آپ نے بھی مجھے فوراً ہی پہچان لیا۔ کیا میں ذرا سی بھی نہیں بدلی، بالکل ویسی کی ویسی ہوں؟ آخر ہم اتنے برسوں بعد ایک دوسرے سے ملے ہیں۔" اس نے اشتیاق بھرے لہجے میں دریافت کیا تھا۔

"معلوم نہیں۔" اس کا لہجہ خود بخود سپاٹ ہو چلا تھا۔

"اچھا چلیں چھوڑیں۔ یہ بتائیں گھر میں سب کیسے ہیں۔" سعد کے چہرے پر چھائی بیزاری کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے اس نے گفتگو کا سلسلہ جاری رکھا تھا۔

"ٹھیک ہی ہیں۔" اس نے مختصر ترین جواب دیا تھا۔

"سنا تھا تایا جان کو ہارٹ پرابلم ہو گئی تھی، اب کیسی طبیعت ہے ان کی؟" مختصر جواب پا کر اس کی تسلی نہیں ہوئی تھی، جب ہی نام لے کر سب کی خیریت دریافت کرنے کا آغاز کر دیا تھا۔

"اب بہتر ہیں۔" یہ باتونی لڑکی اسے کوفت میں مبتلا کر رہی تھی۔

"اور تائی جان کے جوڑوں میں شدید درد تھا۔" اس نے اگلا سوال لڑھکایا۔

"وہ سدا کی بیمار ہیں۔" وہ بڑبڑایا تھا لیکن مخاطب نے یا تو اس کی بڑبڑاہٹ سنی ہی نہ تھی یا پھر سن کر نظر انداز کر دی۔

"نگی باجی کیسی ہیں، ویسے تو بچپن میں بھی بہت بہادر تھیں۔ مجھے یقین ہے، انہوں نے اپنے ساتھ ہونے والے حادثے کو بہت بہادری سے فیس کیا ہوگا۔" اس نے سعد کی طرف دیکھتے ہوئے جیسے اپنے یقین کی تائید چاہی تھی۔ سعد نے جواب دینا ضروری نہ سمجھا۔

"میں نے ان کے لیے بہت دعائیں کی تھیں۔ میں اور مما آنا بھی چاہ رہے تھے لیکن ان دنوں میرے میٹرک کے امتحان ہو رہے تھے۔ چار سال تو ہو گئے ہیں نا ان کے ایکسیڈنٹ کو؟" اس نے تصدیق

خواتین ڈائجسٹ
کی طرف سے بہنوں کے لیے ایک اور ناول

میں عبدالقادر ہوں
ثروت نذیر
قیمت -/225 روپے
منگوانے کا پتہ:
مکتبہ عمران ڈائجسٹ: 37 - اردو بازار، کراچی۔ فون نمبر: 32735021

چاہی۔

"ہاں شاید۔" وہ گفتگو کے اس سلسلے سے بیزار ہو رہا تھا۔ اس نے آج تک کسی لڑکی کو اتنی جلد خود سے بے تکلف ہونے کی اجازت نہیں دی تھی اور یہ لڑکی جو بلاشبہ اس کی فرسٹ کزن تھی لیکن اتنے برسوں بعد اس کے لیے اجنبی ہی تو تھی۔ ہاں مدحت چچی سے جڑا اس کی ذات کا حوالہ اتنا مضبوط ضرور تھا کہ سعد آفس کے انتہائی اہم کام چھوڑ کر اسے یہاں لینے موجود تھا۔

"میں نے بہت بار کوشش کی کہ نگی باجی کو فون کر کے تسلی دوں' ان کا حوصلہ بڑھاؤں لیکن سچی بات تو یہ ہے کہ میری ہمت ہی نہ پڑی۔ ایسے کام مجھے ہمیشہ سے بہت مشکل لگتے ہیں' کسی کی عیادت کرنا' تعزیت کرنا یا حادثے کے بعد حوصلہ دینا' رسمی جملے بولنے کو دل نہیں کرتا اور غیر رسمی جملے بولنے ہی نہیں آتے۔" سعد نے پہلی بار دل میں اس کی کسی بات سے اتفاق کیا تھا۔

"اور آپ اتنے کم گو کیوں ہو گئے ہیں بلکہ سچ کہوں تو مجھے آپ کچھ مغرور سے لگ رہے ہیں۔ مجھے تو آپ کا وہی پرانا روپ اچھا لگتا تھا۔ آپ کو یاد ہے آپ میرے ساتھ کتنا کھیلتے تھے۔ مجھے سائیکل پر بٹھا کر پوری کالونی کی سیر کرواتے تھے اور اسکول سے واپسی پر میرے لیے چاکلیٹ بھی لاتے تھے۔"

وہ جو باتیں یاد دلا رہی تھی' سعد کی یادداشت میں ان میں سے کوئی بھی بات موجود نہ تھی۔ وہ تو بچپن میں بہت اکھڑ قسم کا بچہ تھا یا پھر اس کی محرومی نے اسے ایسا بنا دیا تھا۔ سات آٹھ برس کی عمر میں ماں' باپ دونوں کی جدائی کا صدمہ سہنا کتنا مشکل کام تھا۔ اگر مدحت چچی کی محبت بھری آغوش میسر نہ آتی تو وہ بالکل ہی بکھر کر رہ جاتا۔ سعید چچا اور مدحت چچی دونوں ہی اس کی دلجوئی میں کوئی کسر نہ چھوڑتے تھے۔ اس کی بے جا ضدیں خوش دلی سے پوری کرتے' انہیں نہ تو اس کے ضدی پن پر غصہ آتا تھا اور نہ اس کی ہٹ دھرمی پر کوفت ہوتی تھی بلکہ اکثر اوقات وہ غصے بیں آ کر ماہا کو جھڑک دیتا تھا' تب بھی مدحت چچی اس سے کبھی خفا نہ ہوتی تھیں۔ حالانکہ ماہا گھر بھر کی لاڈلی بچی تھی۔ بڑے تایا اور تائی جان کو تو خیر اپنی اولاد کے علاوہ کسی سے غرض نہ تھی لیکن ان کے اپنے بچے ماہا کے خوب لاڈ اٹھاتے تھے۔ وہ تھی بھی اتنی پیاری کہ راہ چلتے لوگ بھی اسے پیار کرنے پر مجبور ہو جاتے۔

سعید چچا اور چچی کی بھی اپنی اکلوتی بیٹی میں جان تھی لیکن بڑے بھائی اور بھاوج کی وفات کے بعد انہوں نے بھتیجے کو بھی بیٹوں سے بڑھ کر چاہا تھا اور یہ چچا' چچی کی محبت ہی تھی کہ اس بچے کی الجھی ہوئی شخصیت میں سدھار آنے لگا۔

بچپن گزار کر لڑکپن کی حدود میں قدم رکھا ہی تھا کہ ایک بار پھر بہت بڑا صدمہ سہنا پڑ گیا۔ سعید چچا بھی بھری جوانی میں سب کو روتا بلکتا چھوڑ کر راہی عدم سدھار گئے تھے۔ مشیت الٰہی پر تو جیسے تیسے صبر آ ہی گیا لیکن جب مدحت چچی نے میکے جانے کا فیصلہ کیا' تب وہ حقیقت میں ٹوٹ کر بکھرا تھا۔ وہ انہیں ماں کا رتبہ دیتا تھا اور اب ان کا سہارا بننا چاہتا تھا لیکن شاید مدحت چچی اسے دل سے اپنا بیٹا نہ مانتی تھیں' جب ہی اس کی منت' ناراضی اور خفگی کی پروا کیے بغیر اپنی بیٹی کی انگلی تھام کر ان لوگوں کی زندگیوں سے بہت دور چلی گئیں اور زندگی کسی کے جانے سے کب رکتی ہے' زندگی اپنی ڈگر پر رواں دواں رہی۔ بری یا بھلی جیسی بھی گزری' گزرتی رہی۔

مدحت چچی سے پھر کبھی کوئی رابطہ نہ ہوا تھا اور آج اتنے برسوں بعد ان کی لاڈلی اس شہر میں اجنبی بن کر آئی تھی۔ کم از کم اتنا تو اس کا فرض بنتا تھا کہ اسے بخیر و عافیت گھر تک پہنچا دے۔

"اور ہاں یاد آیا۔ سعد کیسا ہے سہیل بھائی!" اسے اچانک یاد آیا تھا کہ گھر کے ایک اہم فرد کی خیریت دریافت کرنا تو بھول ہی گئی ہے اور چند لمحوں کے لیے تو سعد کو اس کی بات سمجھ میں ہی نہ آئی اور پھر اس کے ہونٹوں پر بے ساختہ مسکراہٹ ابھر آئی۔

مدحت چچی کی تربیت کو کچھ دیر پہلے وہ بلاوجہ کا دوش دے رہا تھا۔ ماہا کی بے تکلفی تو سراسر ایک غلط فہمی کا شاخسانہ تھی۔ وہ اور سہیل کزنز تھے۔ اکثر لوگ کہتے تھے کہ دونوں کی شکلوں میں مشابہت پائی جاتی ہے۔ بس سہیل کا قد ذرا سا چھوٹا تھا اور سعد کی نسبت جسم فربہی مائل تھا۔

ماہا بی بی نے اس کو سہیل سمجھ لیا تھا تو شاید اس میں اس کا زیادہ قصور بھی نہ تھا۔ جب وہ یہاں سے گئی تو سات' آٹھ برس کی بچی تھی۔ سہیل بچپن میں واقعی ماہا کے خوب لاڈ اٹھاتا تھا اور وہ اتنے ذوق و شوق سے سہیل بھائی کی شادی میں شریک ہونے ہی آئی تھی۔ اس کی اب تک کی گفتگو سمجھ میں آئی تو سعد کے لبوں پر محظوظ سی مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

"ویسے کیا سعد بالکل ہی بگڑ گیا ہے۔ میرا مطلب ہے اس کے سدھرنے کا کوئی چانس ہے بھی یا نہیں؟" اگلا سوال اتنا غیر متوقع تھا کہ سعد کے لبوں پر پھیلی مسکراہٹ یک لخت غائب ہو گئی تھی۔

"ماما کو تو اس کے متعلق سن کر بہت افسوس ہوتا ہے۔ جب بھی تائی جان فون کرتی ہیں' ممّا کو سعد کے متعلق بتا کر اور زیادہ پریشان کر دیتی ہیں۔ تائی جان کی باتیں سن کر میرے ذہن میں تو اس کا عجیب و غریب حلیہ آتا ہے۔ بڑے بڑے بال' گلے میں چین' کان میں بالی۔ کیا وہ پونی بھی بناتا ہے سہیل بھائی؟"

"اور کیا بتاتی ہیں وہ سعد کے متعلق۔" اس نے ماہا کے سوال کا جواب دیے بنا پوچھا۔

"انہوں نے تو صرف یہ بتایا ہے کہ سعد بہت بگڑ گیا ہے۔ غلط سوسائٹی میں اٹھنے بیٹھنے لگا ہے' اب بگڑتے ہوئے لڑکے تو ایسے ہی ہوتے ہیں۔ میری دوست ہے فائزہ' اس کا بھائی بھی بگڑ گیا تھا۔ خیر سعد سے تو وہ بہت کم عمر ہے اس کے ابو نے اسے کیڈٹ کالج بھیج دیا۔ اب گھر آتا ہے تو بالکل انسان کا بچہ لگتا ہے۔ سعد بھی جب بگڑنا شروع ہوا تھا تو آپ لوگوں کو بھی اس کا کوئی ایسا ہی حل سوچنا چاہیے تھا۔ اب تو خیر اس کی عادتیں پختہ ہو گئی ہوں گی۔"

سعد نے اس کی بات کا کوئی جواب دیے بنا محض ہنکارا بھرا تھا۔

"ویسے ضدی اور ہٹ دھرم تو وہ بچپن سے ہی تھا لیکن ممّا اسے ہمیشہ جسٹی فائی کرتی ہیں۔ ماں باپ دونوں ہی سر پر موجود نہ ہوں تو شخصیت میں تھوڑا بہت بگاڑ تو آ ہی جاتا ہے۔ ویسے ذہین بہت تھا۔ ماما بتاتی ہیں کہ کتابوں کو ہاتھ بھی نہیں لگاتا تھا' صرف امتحانوں میں پڑھتا تھا۔ پھر بھی پہلی تین پوزیشنز میں سے کوئی ایک اسی کی ہوتی تھی۔" اس نے جیسے سعد کو آگاہ کیا تھا۔

"ویسے اس کی وجہ سے ماما مجھے بھیجتے ہوئے ڈر بھی بہت رہی تھیں۔ میں بہت ضد کر کے آئی ہوں لیکن ماما نے مجھے بہت سمجھا کر بھیجا ہے کہ اپنے کام سے کام رکھنا ہے۔ سعد سے کوئی ادھر' ادھر کی بات نہ کرنا۔ اسے خود سے بے تکلف ہونے کا موقع مت دینا۔ اگر کوئی کہے سعد کو اس کے کمرے میں جا کر چائے دے آؤ تو ٹال دینا' حالانکہ ماما کے خدشے بالکل بے بنیاد ہیں۔ وہ جتنا مرضی بگڑا ہوا شخص ہو' اپنے گھر کے بندوں کا تو لحاظ کرتا ہی ہو گا نا۔ اس نے جیسے تائید چاہی۔

"پتا نہیں۔" وہ لب بھینچ کر بولا۔ کتنا شدید دکھ ہوا تھا مدحت چچی کے خدشوں کے متعلق جان کر لیکن شاید وہ سچی تھیں۔ ان کے سامنے جیسی تصویر کشی کی گئی تھی' اس کو سامنے رکھ کر انہوں نے بیٹی کو احتیاطی تدابیر بتائی تھیں۔

"آپ کو پتا ہے سہیل بھائی! میں نے بی اے میں سائیکالوجی رکھی تھی۔ مجھے لوگوں کی نفسیات پڑھنے کا بہت شوق ہے اور میں اس کام میں ماہر بھی بہت ہوں۔ میں نے ماما سے تو اپنے ارادے کا ذکر نہیں کیا لیکن میں چپکے چپکے سعد کی شخصیت کا مطالعہ کروں گی۔ اگر اسے سدھارنے کی کوئی صورت ہوئی تو آپ لوگوں سے ڈسکس کروں گی۔ ویسے اگر اسے کسی اچھے سائیکاٹرسٹ کو دکھایا جائے تو کیا اس کی شخصیت کا بگاڑ دور نہیں ہو سکتا؟"

اس نے رائے مانگی تھی۔ سعد کے لبوں پر خفیف سی مسکراہٹ پھیل گئی' گویا وہ اسے سدھارنے کا پروگرام لے کر آئی تھی۔

"آپ کو میری باتیں بچکانہ لگ رہی ہیں نا۔" اس نے

کی نگاہوں سے وہ مسکراہٹ چھپی نہ رہ سکی تھی جب ہی ذرا خفگی سے بولی تھی۔

"ویسے آپس کی بات ہے آپ مسکراتے ہوئے لگے بہت شاندار ہیں۔ شازمہ بھابھی لکی ہیں جو انہیں آپ جیسا ڈیشنگ شخص ملا۔ تائی جان نے ماما کو بتایا تھا کہ شازمہ بھابھی بھی بہت خوب صورت ہیں۔ یعنی کپل شاندار ہو گا۔"

وہ ایک لمحے پہلے کی خفگی بھلا کر مسکرا کر بولی تھی۔ اس کی باتوں سے اندازہ ہوتا تھا کہ تائی جان اور مدحت چچی کے درمیان ٹیلیفونک رابطہ موجود تھا اگرچہ وہ اس بات سے لاعلم تھا۔

مدحت چچی کے سامنے اس کی کردار کشی کے پیچھے تائی جان کا کیا مقصد ہو سکتا تھا فی الحال یہ بات بھی سمجھ سے باہر تھی۔

ماہا کی باتوں کا جواب دیے بنا وہ اسی سوچ میں الجھا ہوا تھا۔ اس کی خاموشی سے مایوس ہو کر ماہا بھی چپ ہو گئی تھی اور اب کھڑکی کی طرف رخ موڑے باہر کے نظاروں کو تک رہی تھی۔ گاڑی کالونی کی حدود میں داخل ہوئی تو وہ ذرا سیدھی ہو بیٹھی۔ بہت اشتیاق سے وہ ان راستوں کو تک رہی تھی جہاں اس کا بچپن گزرا تھا۔

"اب لیفٹ پر گاڑی موڑیں گے نا سہیل بھائی۔" وہ بچوں کی سی خوشی سے بولی۔ مقصد اپنی یادداشت چیک کرنا تھا۔

"آپ کو پتا ہے سہیل بھائی! مجھے اب بھی خوابوں میں اپنا گھر یہ جگہیں یہاں کا پارک نظر آتا ہے حالانکہ میں نے وہاں جو وقت گزارا ہے وہ یہاں کی نسبت طویل ہے۔ وہاں ماموں کی فیملی نے ہمیں بہت پیار بھی دیا۔ کبھی اکیلے پن کا احساس نہیں ہونے دیا لیکن میں نے ہمیشہ اپنے شہر اپنے گھر اور آپ سب لوگوں کو بہت مس کیا ہے۔ میرے بچپن کی حسین ترین یادیں اس گھر سے وابستہ ہیں سہیل بھائی! وہ خوب صورت ترین وقت جو میں نے اپنی ماما اور پاپا کے ساتھ گزارا تھا بھلائے نہیں بھولتا۔"

اس کی آواز بھرا گئی تھی۔ آنکھوں میں آئی نمی کو چھپانے کے لیے اس نے رخ دوبارہ کھڑکی کی جانب موڑ لیا تھا۔ اس پل سعد کو اس چھوٹی سی پیاری لڑکی سے دلی ہمدردی محسوس ہوئی تھی لیکن وہ اس کی دل جوئی کے لیے کچھ بول نہ پایا۔

"بس اب گھر آنے ہی والا ہے نا۔" گاڑی نے ایک اور ٹرن لیا تو اس نے پرجوش انداز میں دریافت کیا۔ اس کی خوشی دیدنی تھی۔ چند لمحوں بعد بڑے سے سفید گیٹ کے سامنے گاڑی رک گئی تھی۔

"گھر آ گیا ہے۔" سعد نے اسے جیسے آگاہ کیا۔

"جی وہ تو مجھے معلوم ہے لیکن کیا آپ نہیں آئیں گے؟" اسے حیرت ہوئی اور اسی لمحے سعد کو ڈگی میں پڑے اس کے وزنی بیگ کا خیال آیا۔ وہ گہرا سانس کھینچتے ہوئے نیچے اترا۔ بیگ نکال کر گیٹ کے سامنے رکھا اور بیل پر انگلی رکھ دی۔ وہ بھی گاڑی سے اتر کر اس کے پیچھے آکھڑی ہوئی۔

"گیٹ نہ کھلے تو ایک بار بیل اور بجا دینا اندر سے باہر آتے ہوئے اتنا وقت تو لگتا ہی ہے۔ مجھے ضروری کام سے جانا ہے۔" وہ اسے آگاہ کرکے پھر گاڑی میں بیٹھ گیا تھا اور گیٹ کھلنے کا انتظار کیے بغیر گاڑی بھگا کر لے گیا تھا۔

"ایسی بے مروتی؟ کتنا بدل گئے ہیں سہیل بھائی۔" ماہا کو شدید قسم کے قلق نے آن گھیرا۔ اس نے ایک بار پھر بیل دی تھی۔

ذرا دیر بعد گیٹ کھل گیا تھا۔ چالیس بیالیس سال کا شخص جو شکل سے ہی ملازم لگتا تھا گیٹ کھولے اسے تک رہا تھا۔

"میں ماہا۔" اسے سمجھ نہ آیا اس کے علاوہ کیا کہہ کر اپنا تعارف کروائے۔

"میں نواب ہوں جی۔" اس نے بتیسی نکال کر جوابی تعارف کروایا۔

"بہت خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔ اندر آنے کا راستہ دیں گے؟" ماہا نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا تھا۔ وہ شرمندہ سا ہو کر ایک طرف ہٹ گیا۔

"میرا بیگ اٹھا لاؤ۔" ماہا کہہ کر اندر داخل ہو گئی تھی۔ نواب نے سر ہلا کر فوراً حکم کی تعمیل کی تھی۔ بیگ اٹھایا گیٹ بند کیا پھر ماہا کے ساتھ ہی چلنے لگا تھا۔ وہ گرد و پیش کا جائزہ لیتی آگے بڑھ رہی تھی۔ گھر کے نقشے میں بہت سی تبدیلیاں آ گئی تھیں پھر بھی اس کی آنکھوں کے سامنے یہاں گزرا اپنا بچپن پھرنے لگا تھا۔ پاپا کی یاد اس شدت سے اچانک حملہ آور ہوئی کہ اس کی آنکھیں بھیگ گئیں مگر اگلے ہی پل اس نے خود کو سنبھالا تھا۔ سامنے سے ہی تائی جان آتی دکھائی دیں۔ پہلے کی نسبت بہت موٹی ہو گئی تھیں پھر بھی ماہا کو انہیں پہچاننے میں کوئی دقت نہ ہوئی تھی لیکن شاید وہ اتنی جلدی اسے پہچان نہ پائی تھیں۔ جب ہی ٹھٹک کر رک گئی تھیں۔ ماہا نے انہیں آگے بڑھ کر سلام کیا تھا۔

"وعلیکم السلام جیتی رہو۔" انہوں نے اسے ساتھ لپٹایا تو تھا مگر اپنائیت کی کوئی گرمی محسوس نہ ہوئی۔

"بہت بڑی ہو گئی ہو۔ میں تو تمہیں پہچان ہی نہ پائی۔"

انہوں نے تسلیم کیا کہ پہلی نگاہ میں وہ اسے پہچان نہ سکی تھیں ورنہ سچ تو یہ تھا کہ وہ اس کی خوب صورتی دیکھ کر ٹھٹکی تھیں۔ کیا رنگ روپ نکالا تھا اس لڑکی نے۔ لمحے کے ہزارویں حصے میں انہیں مدحت کو شادی کارڈ بھیجنے کا فیصلہ شدید احمقانہ لگا تھا۔ ایسا حسن تو کسی کے بھی سر چڑھ کر بول سکتا تھا۔ اس کی کم عمری چہرے کی شادابی معصومیت اور بھولپن نے انہیں عجیب سی بے اطمینانی میں مبتلا کر دیا تھا لیکن اب وہ آ گئی تھی تو اسے بھگتنا تو تھا۔

"اور سناؤ سفر تو ٹھیک گزرا؟" وہ اسے لیے لاؤنج میں آ گئی تھیں۔

"جی تائی جان! کوئی پرابلم نہیں ہوئی۔ ماما ویسے ہی مجھے اکیلے بھیجتے ہوئے پریشان ہو رہی تھیں۔" وہ صوفے پر اطمینان سے بیٹھتے ہوئے بولی۔

"ماں ٹھیک ہے تمہاری؟" تائی جان خیر خیریت دریافت کرنے کی رسم نبھا رہی تھیں۔

"اللہ کا شکر ہے بالکل ٹھیک ہیں۔ پچھلے دنوں چیسٹ انفیکشن ہو گیا تھا کافی طبیعت خراب تھی۔ کالج سے بھی کافی چھٹیاں لینا پڑیں۔ اتنی جلدی دوبارہ چھٹی نہیں مل سکتی تھی ورنہ ماما بھی ضرور آتیں۔" اگرچہ انہوں نے کسی قسم کا کوئی استفسار نہ کیا تھا پھر بھی ماہا نے ماں کے نہ آنے کی توجیہہ پیش کر دی تھی۔

انہوں نے صرف سر ہلانے پر اکتفا کیا۔

"کوئی اور نظر نہیں آ رہا تائی جان! بڑی خاموشی ہے گھر میں۔" وہ پوچھے بنا نہ رہ پائی۔ سچ تو یہ تھا کہ وہ اپنے ایسے استقبال کی توقع نہ کر رہی تھی۔ کتنی پرجوش ہو رہی تھی وہ یہاں آ کر سب سے ملنے پر۔ ماما نے کل فون کرکے اس کی آمد کے بارے میں بتا بھی دیا تھا۔ آج صبح بھی ماما اور ولید اسے کوچ میں بٹھانے آئے تھے تب ماما نے دوبارہ تائی جان کو فون کرکے کوچ پہنچنے کا ٹائم بتایا تھا۔ اس کا خیال تھا جیسے ہی وہ گھر میں داخل ہو گی سب اپنے اپنے کمروں سے نکل کر انتہائی گرم جوشی سے اس کے استقبال کو باہر آئیں گے۔ شادی میں محض پانچ دن باقی تھے۔ اس کی دانست میں افرادِ خانہ کو تو گھر میں موجود ہونا ہی تھا ڈھیر سارے دوسرے مہمانوں کی بھی توقع تھی۔ اسے فرہاد بھائی کی شادی یاد تھی۔ ہفتہ پہلے ہی مہمانوں سے گھر بھر گیا تھا۔ کیا گہما گہمی تھی جبکہ یہاں خالی گھر بھائیں بھائیں کر رہا تھا۔

"تمہارے تایا آفس گئے ہوئے ہیں۔ نگی بھی جاب کرتی ہے شام کو آئے گی اور رہا سہیل تو وہ بے چارہ شادی کے انتظامات میں مصروف ہے۔" تائی جان نے بتایا تھا۔

"اچھا!" اسے قدرے مایوسی ہوئی۔

"اور مہمان بھی کوئی نہیں آیا۔" وہ پوچھے بنا نہ رہ پائی۔

"ارے آج کل کس کے پاس اتنا فارغ وقت ہے کہ ہفتہ پہلے ہی شادی اٹینڈ کرنے پہنچ جائے۔ مہمان تو وقت کے وقت ہی آئیں گے بلکہ آئیں گے بھی کیا سیدھے میرج ہال پہنچیں گے۔ سارے اسی شہر کے مہمان ہیں۔ ہال میں شادی کا یہی تو فائدہ ہے مہمان

داری کا نشانہ نہیں ہوتا۔ شادی بیاہ پر مہمان اکٹھے کرنا تو اب پرانے زمانوں کی باتیں ہیں۔"

تائی جان نے نخوت سے کہا۔ ایک لمحے کو وہ دل میں شرمندہ ہوئی تھی یعنی ایک اس کے پاس ہی اتنا فارغ وقت تھا کہ وہ بے وقوفوں کی طرح منہ اٹھائے پانچ سات دن پہلے ہی شادی میں شرکت کے لیے پہنچ گئی تھی لیکن اگلے ہی پل اس نے یہ سوچ ذہن سے جھٹک دی وہ مہمان کب تھی، یہ گھر اس کا بھی تو تھا۔

"چلو تم ہاتھ منہ دھو لو۔ میں نواب سے کہہ کر کھانا لگواتی ہوں۔ تم تو صبح گھر سے ناشتہ کرکے چلی ہو گی، کھانا کھا لو میں نے تو صبح دیر سے ناشتہ کیا تھا۔ ابھی بھوک نہیں لگ رہی۔"

تائی جان نے واضح کر دیا کہ کھانے کی میز پر وہ اسے کمپنی نہیں دے پائیں گی لیکن اسے واقعی شدید بھوک لگ رہی تھی، سو تکلف برتنا مناسب نہ سمجھا اور فریش ہونے کے بعد ڈٹ کر کھانا کھایا، پھر نگی باجی کے کمرے میں (کہ اسے یہ ہی کمرہ الاٹ ہوا تھا) جا کر لیٹ گئی۔ کچھ سفر کی تھکن تھی پھر کرنے کو کچھ اور کام تھا بھی نہیں، ذرا سی دیر میں وہ گہری نیند میں کھو گئی تھی۔

☼ ☼ ☼

شام کو نگی باجی کی واپسی ہوئی تھی۔ وہ اس سے اتنی محبت، اپنائیت اور گرمجوشی سے ملی کہ ماہا کا سارا گلہ جاتا رہا۔

"کتنی بڑی ہو گئی ہو تم ماہا اور پیاری بھی۔" اس نے اسے بہت محبت سے دیکھا تھا وہ جھینپ کر ہنس پڑی۔

"تم اگر اپنے آنے کے بارے میں پہلے سے بتا دیتیں تو میں آج آفس سے چھٹی کر لیتی۔ کتنے برسوں بعد ہم ایک دوسرے سے ملے ہیں۔" نگی باجی نے کہا تھا۔

"ماما نے تائی جان کو فون کر کے بتایا تھا نگی باجی! ورنہ میرا ارادہ تو آپ لوگوں کو سرپرائز دینے کا ہی تھا۔" اس نے کہا تو ایک لمحے کو نگی باجی چپ ہو گئیں۔

"امی کو بتانا یاد نہیں رہا ہو گا۔" کچھ دیر بعد اس نے پھیکی مسکراہٹ چہرے پر سجاتے ہوئے کہا، ماہا نے خوش دلی سے ان کی وضاحت قبول کر لی تھی۔

"تم نے بہت اچھا کیا جو تم آ گئیں ماہا! اتنے برسوں بعد سہی ایک دوسرے کو دیکھ تو لیا ورنہ میرے ذہن میں تو ابھی تک وہ ہی ماہا آتی تھی، دو پونیوں والی گول مٹول سی لڑکی جس کو سکول داخل کروایا تو بھاں بھاں کر کے روتی تھی اور اسکول جا کر ضد پکڑ لیتی تھی کہ مجھے نگی باجی کی کلاس میں بیٹھنا ہے۔ کتنے دنوں تک تم میرے ساتھ میری کلاس میں بیٹھتی رہی تھیں، تمہیں یاد ہے ماہا!" نگی اسے اس کا بچپن یاد دلا رہی تھی۔

"مجھے سب یاد ہے نگی باجی! سچ تو یہ ہے کہ میں آپ کو کبھی بھلا ہی نہ پائی۔ میں نے آپ لوگوں کو ہمیشہ بہت یاد کیا۔" اس نے ان کے ہاتھ تھامے تھے۔

"تم بہت اچھی ہو ماہا! ورنہ اگر میں کہوں کہ میں نے بھی تمہیں بہت یاد کیا تو پتا نہیں یہ سچ ہو گا یا جھوٹ، ہم بہت بے حس اور خود غرض سے لوگ ہیں۔ اپنی اپنی زندگیوں میں مگن ورنہ اتنے قریبی رشتے میں اتنی دوریوں کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کتنے برسوں بعد ہم مل رہے ہیں اور یہ بھی تمہاری محبت ہے، جو تم ہم لوگوں سے ملنے آ گئیں بلکہ مدحت چچی بہت نائس خاتون ہیں، جو تمہیں ہم لوگوں سے ملنے بھیج دیا ورنہ جیسی لاتعلقی ہم لوگوں کی جانب سے اپنائی گئی، کوئی اور ہوتا تو کبھی تجدید تعلق کی کوشش نہ کرتا۔"

نگی باجی نے اپنی فیملی کو کوئی رعایت دینے کی کوشش نہ کی، ان کی صاف گوئی پر وہ سٹپٹا ہی تو گئی۔ اس میں تو اتنی ہمت نہ تھی کہ نگی باجی کو بتا پاتی کہ یہاں آنے کے لیے اس نے اپنی ماما کو کتنی مشکل سے راضی کیا تھا۔

"نگی باجی! ایسی کوئی بات نہیں۔ ماما اور تائی جان کے درمیان تو ان برسوں میں مسلسل رابطہ رہا ہے۔ دونوں ٹیلی فون پر ہمیشہ ایک دوسرے کی خیریت لیتی رہی

ہیں۔" اس نے نگی باجی کی غلط فہمی دور کرنا چاہی تھی۔ وہ اس بار کچھ نہ بولیں، صرف ہنس پڑی تھیں۔ ماہا ان کی خوب صورت ہنسی میں کھو سی گئی۔

"ابھی آپ مجھے کہہ رہی تھیں کہ میں بہت پیاری ہو گئی ہوں، آپ تو خود اتنی پیاری لگ رہی ہیں نگی باجی!" اس نے انہیں محبت سے دیکھا تھا۔

"تم نے شاید ابھی مجھے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے نہیں دیکھا۔ ابھی تمہارے ساتھ ڈائننگ روم میں چل رہی ہوں ذرا غور سے دیکھنا مجھے پھر پوچھوں گی کہ اپنے بیان پر قائم ہو یا بیان بدلنا چاہو گی۔" نگی باجی نے ہنستے ہوئے ہی کہا تھا۔

لیکن اس بار ان کی مسکراہٹ نے ماہا کو بہت تکلیف پہنچائی تھی۔ چار، پانچ سال پہلے ایک ایکسیڈنٹ کے نتیجے میں نگی باجی کی ایک ٹانگ میں واضح لنگڑاہٹ آ گئی تھی۔

"نگی باجی......؟" اس نے روہانسی ہو کر اس بات پر احتجاج کیا۔

"سوری یار! اگر میری بات سے زیادہ ہرٹ ہونے کی ضرورت نہیں۔ پتا نہیں کیوں، کبھی کبھار میں الٹا سیدھا بول دیتی ہوں۔" اس کی شکوہ بھری آنکھیں دیکھ کر نگی نے اس کے ہاتھ تھپتھپاتے ہوئے معذرت کی۔

"اچھا چلو اب، باقی باتیں کھانے کی میز پر ہوں گی۔ امی انتظار کر رہی ہیں اور مجھے خود بھی بہت بھوک لگی ہے۔ آج کل آفس میں اتنا کام ہے کہ اکثر و بیشتر لنچ بھی گول ہو جاتا ہے۔"

اس نے کہا۔ ماہا سر ہلاتے ہوئے ان کے ساتھ چل پڑی تھی۔ ڈائننگ ٹیبل پر تائی جان واقعی منتظر بیٹھی تھیں۔

"آدھا گھنٹہ پہلے کہہ کر کمرے میں گئی تھیں کہ امی کھانا لگوائیں، بہت بھوک لگی ہے اور اب کمرے سے نکل کر آئی ہو۔" وہ نگی باجی پر خفا ہوئی تھیں۔

"برسوں بعد ملاقات ہوئی ہے امی! آدھے گھنٹے میں تو ایک دوسرے کو دیکھنے سے ہی دل نہیں بھرا۔" وہ مسکرائی تھیں۔ تائی جان جواب میں بولیں تو کچھ نہیں البتہ جذباتیت کے اس اظہار پر ان کے چہرے پر واضح بیزاری نمودار ہو گئی تھی۔

"اچھا جاؤ۔ بیٹھنے سے پہلے اس نواب کو بھی بلا لاؤ، حالانکہ ابھی گزرا تھا یہاں سے، دیکھا ہے کہ میز سج گئی ہے پھر بھی آنے کا نام نہیں۔ ہم ہی ہیں، جو اتنے نخروں کے باوجود نازبرداریوں میں لگے رہتے ہیں۔"

"افوہ! بلاوجہ ہائپر کیوں ہو رہی ہیں ہمیں بلا کر لاتی ہوں اسے۔" نگی باجی واپس مڑ گئی تھیں۔ ماہا البتہ حیرت کے سمندر میں غوطہ زن تھی، تائی جان نواب کو بھی اپنے ساتھ میز پر بٹھا کر کھانا کھلاتی تھیں۔ ان سے اتنی اخوت اور مساوات کی تو توقع نہ تھی۔

"لیکن نگی باجی اسے کہاں ڈھونڈنے چلی گئیں، یہ آ گیا نواب۔" سامنے سے نواب چنگیر میں گرم روٹیاں لا رہا تھا۔ ماہا کی نظر پڑی تو تائی جان کی توجہ بھی اس جانب دلائی انہوں نے جواب میں کچھ ایسی تیکھی نظر ماہا پر ڈالی کہ وہ گڑبڑا کر رہ گئی۔ اسی لمحے نگی بھی آ گئی تھی اور وہ کرسی گھسیٹ کر بیٹھی تو سہیل بھائی بھی آتے دکھائی دیے۔ تب اسے سمجھ آیا کہ نواب سے تائی جان کی مراد دراصل سہیل بھائی تھے لیکن یہ بات اب بھی سمجھ سے باہر تھی کہ اکلوتے بیٹے کا ذکر کرتے ہوئے تائی جان کے لہجے میں اتنی بیگانگی کیوں اتر آئی تھی۔ کہیں سہیل بھائی اپنی پسند سے تو شادی نہیں کر رہے؟ شاید اسی لیے ان کا موڈ آف ہے۔ اس نے خود ہی قیاس کیا تھا لیکن سہیل بھائی کی شادی تو تائی جان کے بھائی کی بیٹی سے ہو رہی تھی اور جب تائی جان نے فون پر ماما کو شادی میں آنے کی دعوت دی تھی تب تو انہوں نے اپنی ہونے والی بہو کے بہت قصیدے پڑھے تھے۔ وہ اسی سوچ بچار میں الجھی کھانے کی طرف متوجہ ہوئی۔

"یہ لو بیٹا! میں نے پالک پنیر تمہارے لیے بنوایا ہے۔" تائی جان کے لہجے کی بیزاری شیرینی میں بدل گئی تھی۔ ماہا نے نگاہیں اٹھا کر دیکھا، وہ سالن کا ڈونگا سہیل بھائی کی طرف بڑھا رہی تھیں۔

"شکریہ، لیکن آج میرا چاول کھانے کا موڈ ہے۔"

اس نے رکھائی سے کہہ کر بریانی کی ڈش اپنی جانب کھسکائی تھی۔

"کتنے بدتمیز ہو گئے ہیں سہیل بھائی۔" ماہا کو واقعی افسوس ہوا تھا۔ ماحول میں عجیب سی سنجیدگی اور بوجھل پن چھا گیا تھا۔ ماہا اس عجیب سی چھائی خاموشی کو توڑے بنا نہ رہ پائی۔

"لگ ہی نہیں رہا نگی باجی! کہ اس گھر میں کوئی شادی ہے۔ نہ کوئی شور شرابا' نہ ہلا گلا۔"

"پھر کیا کرنا چاہیے۔" نگی مسکرائی تھی۔

"کل سے گھر میں ڈھولک بجے گی۔ مجھے بہت اچھی ڈھولک بجانا آتی ہے۔ وہاں ماموں کے گھر فرہاد بھائی کی شادی پر ڈھولک میں نے ہی بجائی تھی۔ آپ ہمیں کل ڈھولک لا دیں گے نا۔"

اس نے اب سامنے بیٹھے سعد کو بے تکلفی سے مخاطب کیا۔ تائی جان نے حیران ہو کر پہلے اسے اور پھر سعد کو دیکھا۔ ماہا کی بے تکلفی نے انہیں چوکنا سا کر دیا تھا' جو خطرہ اسے دیکھتے کے ساتھ ہی انہیں لاحق ہوا تھا' لگتا تھا وہ حقیقت کا روپ دھار لے گا۔

"یہ بے چارہ کہاں سے لائے گا ڈھولک' تواب سے کہہ کر میں منگوا دوں گی۔" سعد کے کچھ بولنے سے پہلے ہی ان کی طرف سے جواب آ گیا تھا۔ اسی لمحے تھکا ہارا سہیل ڈائننگ روم میں داخل ہوا تھا۔

"ہیلو ایوری باڈی! ڈنر چل رہا ہے اور کسی نے میرا انتظار بھی نہیں کیا۔" وہ خالی کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

"کیا انتظار کرتے میرے بچے! پتا تھا کاموں کی ایک لمبی فہرست ہے تمہارے پاس۔ ایک اکیلی جان اور سو بکھیڑے۔ اتنی بار میں نے تمہیں فون کرنے کی کوشش کی مگر رابطہ نہیں ہوا۔"

"ہاں چارجنگ ختم ہو گئی تھی۔"

"اچھا سارے کام ہو گئے نا' ہال کا چکر لگا یا؟ ٹائم کا جو مسئلہ تھا' سیٹ ہوا یا نہیں۔" تائی جان پوچھ رہی تھیں۔ ماہا کھانا چھوڑ کر حیرانی سے نو وارد کو تک رہی تھی۔ ذہن میں کچھ جھما کا سا تو ہوا تھا مگر پھر بھی وہ ابھی تک کنفیوز تھی اور اسی لمحے سہیل کی اس پر نگاہ پڑی تھی۔

"یہ۔" اس نے بھی پہچاننے کی کوشش کی اور اگلے ہی پل وہ اس کوشش میں کامیاب ہو گیا تھا۔

"ارے یہ ماہا ہے نا' کتنی بڑی ہو گئی ہے۔" اسے ماہا کو دیکھ کر خوشگوار حیرت ہوئی تھی۔

"دیکھ لیں سہیل بھائی! ماہا کتنی دور سے صرف آپ کی شادی میں شرکت کے لیے آئی ہے۔ ہمیں تو کبھی مدحت چچی یا ماہا سے جا کر ملنے کی توفیق نہ ہوئی۔" نگی نے سہیل کو مخاطب کیا ماہا کو پورا فقرہ تو خیر کیا سمجھ آتا' اس کا فیوز تو نگی کے منہ سے سہیل بھائی سن کر ہی اڑ گیا تھا اگر یہ سہیل بھائی تھے تو..... اس نے بوکھلا کر سامنے بیٹھے سعد کو دیکھا' وہ اس کی بوکھلاہٹ کے پس منظر سے بخوبی آگاہ تھا۔ اپنی ہنسی روکنے اور چہرہ بے تاثر رکھنے میں اسے سخت دشواری ہوئی تھی۔

"کیا ہوا لڑکی کیا تمہارے ہاں سلام دعا کا رواج نہیں ہے۔ بچپن میں تو بہت تمیز دار ہوتی تھیں۔" سہیل نے اسے شرارتی انداز میں مخاطب کیا۔

"سوری سہیل بھائی' اسلام علیکم۔" اس نے سٹپٹا کر انہیں سلام کیا تھا۔ اس کے بعد کھانے کے درمیان سہیل بھائی اس سے حال احوال دریافت کرتے ہی رہے تھے۔ اس کی پڑھائی' ماما کی طبیعت' وہاں کا موسم' ماموں کی فیملی کی خیریت' چھوٹے چھوٹے سوالوں کے بھی وہ غائب دماغی سے جواب دیتی رہی۔ اس کی ٹی صحیح معنوں میں گم ہوئی پڑی تھی۔ کھانا کھا کر سب سے پہلے میز چھوڑنے والا سعد تھا۔ اس کے اٹھنے کے بعد ماہا نے سکون کا سانس لیا تھا۔

"تم سے بڑا احمق اسے روئے زمین پر اور کوئی نہیں پایا جاتا ماہا بی بی!" جو رائے ولید اس کے متعلق اکثر دیتا رہتا تھا اور وہ پنجے جھاڑ کر اس کے پیچھے پڑ جاتی تھی لیکن آج زندگی میں پہلی بار وہ بھی ولید کی رائے سے متفق ہو گئی تھی۔

☼ ☼ ☼

مدحت اسے بہت یاد کر رہی تھیں۔ دن میں تین

چار بار فون کر کے وہ اس کی خیریت دریافت کرتی تھیں۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں ماما۔" وہ انہیں مسکرا کر یقین دلاتی۔

"اور گھر میں سب کا رویہ' تم سے ٹھیک طرح سے ملے تو ہیں؟" انہیں جانے کیا خدشے ستاتے تھے اور اس بار چند لمحوں کے لیے اسے چپ ہونا پڑا تھا۔ تائی جان کا روکھا پھیکا رویہ تو اس نے پہلے دن ہی محسوس کر لیا تھا لیکن اسے کچھ خاص افسوس نہ ہوا تھا کہ وہ تو ہر کسی سے اسی بیزار کن لہجے میں گفتگو فرماتی تھیں۔

تایا جان سے ملاقات اگلے دن شام کو جا کر ممکن ہوئی تھی کہ وہ پچھلی رات اس کے سونے کے بعد گھر لوٹے اور جاگنے سے پہلے آفس چلے گئے تھے۔ شام کو البتہ وہ جلدی گھر آ گئے تھے' ماہا نگی باجی کے ساتھ لان میں بیٹھی تھی۔

وہ ذرا کی ذرا ان کے پاس رکے تھے۔ ماہا بے قراری سے اٹھی تھی۔ وہ ان کے گلے لگنا چاہتی تھی۔ پاپا کی شباہت لیتے پاپا کے بڑے بھائی کے سینے سے لگ کر وہ باپ جیسی خوشبو اپنے اندر اتارنا چاہتی تھی لیکن انہوں نے تو سر پر ہاتھ پھیرنے کی رسم ادا کرنے کی ضرورت بھی محسوس نہ کی تھی۔ رسمی انداز میں اس کے سلام کا جواب دے کر اس کی اور ماما کی خیریت دریافت کی تھی۔

ماہا کے اندر جیسے چھن سے کوئی چیز ٹوٹی تھی۔ اگر اسے انہیں دیکھ کر پاپا یاد آئے تھے تو کیا تایا جان کو اس کی شکل میں اپنے چھوٹے بھائی کی شباہت نظر نہ آئی تھی؟ مرحوم بھائی کی اکلوتی نشانی' اتنے برسوں بعد ان کی نگاہوں کے سامنے تھی' وہ اگر خود جذباتی نہ ہوئے تھے تو کم از کم اسے سینے سے لگا کر اس کے جذبات کو نکلنے کا راستہ دے دیتے۔

تائی جان سے تو خون کا کوئی رشتہ نہ تھا لیکن تایا کے سپاٹ اور بے حس سے انداز نے ماہا کو واقعی بری طرح ہرٹ کیا تھا اور اب مدحت پوچھ رہی تھیں کہ سب اس سے ٹھیک طرح سے ملے تو ہیں؟

"ماما! مجھے نگی باجی کی شکل میں بہن مل گئی ہے۔ وہ اتنی اچھی ہیں کہ میں آپ کو بتا نہیں سکتی۔" اس نے باقی افراد کے رویے کی شکایت کیے بنا مدحت کو نگی باجی کے متعلق بتانے پر اکتفا کیا تھا۔

"ہاں' نگین بہت پیاری بچی ہے۔ بچپن میں بھی بہت سمجھدار تھی۔"

"جی ماما! مجھے تو سارا وقت نگین باجی ہی کمپنی دیتی ہیں۔ باقی تو سب بہت مصروف ہیں۔ سہیل بھائی بے چارے تو شادی کے انتظامات میں لگے ہیں۔ تایا جان آفس سے رات گئے لوٹتے ہیں۔ تائی جان کی اپنی مصروفیات ہیں۔"

"اور سعد! اس سے ملی ہو تم۔" مدحت نے بظاہر سرسری سے انداز میں پوچھا تھا لیکن وہ جانتی تھی ماما اس کے متعلق جاننے کی کس شدت سے آرزو مند ہیں حالانکہ یہ بھی ان کی ہدایت تھی کہ وہ سعد سے کم سے کم واسطہ رکھے۔

"وہ زیادہ وقت گھر سے باہر گزارتے ہیں ماما! میں نے تو ان کو ٹھیک طرح سے دیکھا بھی نہیں۔" اس نے دانستہ جھوٹ بولا تھا۔ اگر مدحت کو سعد سے پہلی ملاقات کا احوال سنا دیتی تو کھنچائی ہونا لازمی امر تھا۔

"اچھا ٹھیک ہے' اس سے ذرا فاصلے پر ہی رہنا۔" انہوں نے ایک بار پھر نصیحت دہرائی تھی۔ اس نے "جی ماما" کہہ کر بات ختم کر دی تھی۔

جانے تائی جان نے ماما کو سعد کے متعلق کیا کچھ بتا رکھا تھا کہ ان کے خدشے ختم ہونے میں ہی نہ آتے تھے حالانکہ سعد میں بظاہر بگڑے لڑکوں والی کوئی بات نظر نہ آتی تھی لیکن اسے آئے ہوئے محض دو تین دن ہوئے تھے اور تین دنوں میں کون کس پر کھلتا ہے۔ ظاہر ہے' جو لوگ اس کے ساتھ برسوں سے رہ رہے تھے' وہ ہی اس کی عادتوں کے متعلق اچھی طرح جانتے ہوں گے۔

اس کا مطالعہ کہتا تھا کہ ایسی دوہری شخصیت والے لوگ جن کے ظاہر' باطن میں اتنا تضاد پایا جاتا ہو' وہ بہت خطرناک ہوتے ہیں۔ بظاہر تعلیم یافتہ' مہذب

اور ویل مینرڈ لیکن جانے وہ کن کن بری عادتوں میں مبتلا تھا۔ ماما کی نصیحتوں کو اس نے گھر سے نکلتے ہوئے ہنسی میں اڑا دیا تھا لیکن اب وہ خود دل ہی دل میں سعد سے ٹھیک ٹھاک خائف ہو چکی تھی اور ہر ممکن طریقے سے اس سے کنی کترا رہی تھی۔ ویسے تو وہ خود سارا دن گھر میں ہوتا ہی نہ تھا۔ کھانے کے اوقات میں سامنا ممکن تھا اور ماہا بھوک لگنے کا کہہ کر کھانا بھی پہلے ہی کھا لیتی تھی۔ گھر میں اب تک شادی کا کوئی ہنگامہ نہ جاگا تھا۔ وہ حقیقتاً "واحد مہمان" تھی۔ آج رات میرج لان میں ہی مہندی کا فنکشن رکھا گیا تھا، پھر بھی گھر میں صبح معمول کے مطابق ہوئی تھی بلکہ آج تو نگی باجی بھی آفس جا رہی تھیں۔

"میں اتنے شوق اور جوش و خروش سے شادی میں شرکت کے لیے آئی تھی لیکن آپ لوگوں کو دیکھ کر لگتا ہے، جیسے میں بیگانی شادی میں عبداللہ دیوانہ بن کر آ گئی ہوں۔" نگی باجی آفس کے لیے تیار ہو رہی تھیں، جب اس نے خفگی سے منہ پھلایا۔

"مجبوری ہے ماہا! فارن ڈیلی گیشن آنے والا ہے۔ یہ دو تین دن میرا آفس جانا بہت ضروری ہے۔"

"دو، تین دن؟ یعنی آپ کل بھی آفس جائیں گی؟ کل سہیل بھائی کی بارات جانا ہے نگی باجی!" اس نے حیرت اور صدمے سے چور لہجے میں جیسے انہیں یاد کروایا۔

"فنکشن تو سارے رات کے ہی ہیں نا لیکن کل میں جلدی آجاؤں گی اور پرسوں شاید چھٹی کر لوں بلکہ پھر دو تین دن کی چھٹی لے لوں گی۔ وہ سارا وقت تمہارے لیے ہوگا۔ خوب گھومیں پھریں گے، انجوائے کریں گے۔"

"بہت شکریہ آپ کا، بھائی کی شادی کے لیے چھٹی لے نہیں رہیں اور میرے لیے لے لیں گی۔" نگی باجی اتنی اچھی تھیں کہ وہ ان کے سامنے برملا اپنی ناراضی اور خفگی کا اظہار کر سکتی تھی۔ نگی اس کے انداز پر ہنس پڑی تھی۔

"تم میرے کھڑوس باس کو دیکھ لو تو میری مجبوری کو سمجھ لو، جانا ضروری ہے یار!" نگی نے اس کے ہاتھ تھامے تھے۔

"ٹھیک ہے لیکن شام کو پلیز جلدی آنے کی کوشش کیجیے گا۔"

"اوکے باس۔" نگی نے سر تسلیم خم کیا اور اس بار ماہا بھی ناراضی ختم کر کے ہنس پڑی تھی۔

☼ ☼ ☼

میرج لان میں اس وقت رنگ و بو کا سیلاب امڈا ہوا تھا۔ وہ اتنے مہمانوں کی قطعاً "توقع نہ کر رہی تھی۔ نگی کے ساتھ کی وجہ سے وہ ایک دم سب کی نظروں میں آئی تو کچھ کنفیوز سی ہو گئی۔ نگی اپنے ننھیالی عزیزوں سے ہنستے مسکراتے ملنے لگی تھی مکس گیدرنگ تھی اور تائی جان کے میکے والے اسے تو کچھ ضرورت سے زیادہ فیشن ایبل اور ماڈرن لگے۔ لڑکیاں ڈریسنگ کے لحاظ سے حد سے زیادہ بے باک اور لڑکے ضرورت سے زیادہ نظرباز۔ چند لمحوں میں ہی وہ گھبرا گئی تھی۔

"ویری پریٹی، تعارف تو کروائیں نگین جی!" جانے کس نے اتنے قریب آ کر کان میں سرگوشی کی وہ بدک کر دو قدم پیچھے ہٹی۔ نگی باجی تو کسی اور کی جانب متوجہ تھیں۔ انہیں یہ سرگوشی سنائی نہ دی تھی مگر وہ جی ہی جی میں کھول کر رہ گئی تھی۔ کچھ دیر تک نگی باجی کے ساتھ رہنے کے بعد وہ "تھک گئی ہوں نگی باجی" کہہ کر ایک خالی ٹیبل پر جا کر بیٹھ گئی۔ اتنی رونق اور ہنگامے کے باوجود اس کے اندر عجیب خالی پن سا اتر رہا تھا۔

ماما شدت سے یاد آنے لگی تھیں۔ انہیں شاید اندازہ تھا کہ جتنے جوش و خروش سے سہیل بھائی کی شادی میں شرکت کے لیے تایا جان کے گھر جانے پر اصرار کر رہی تھی، یہاں آنے کے بعد سارا جوش و خروش ماند پڑ جائے گا اس لیے انہوں نے اسے روکنے کی ہر ممکن کوشش کی تھی۔

"اتنے برسوں بعد ان لوگوں سے مل کر تمہیں کیا حاصل ہوگا، وہ سب وہاں اپنی اپنی زندگیوں میں مگن ہیں اور ہم یہاں اطمینان سے اپنی زندگی گزار رہے ہیں۔ کیا کرو گی جا کر۔" انہوں نے رسانیت سے اسے سمجھانا چاہا تھا۔

"ماما! میں اس گھر میں جا کر اپنے پاپا کو محسوس کرنا چاہتی ہوں۔ میرے بچپن کی ساری یادیں وہاں سے جڑی ہیں۔ پھر سہیل بھائی میرے فرسٹ کزن ہیں، سگے تایا زاد، میرا جی چاہتا ہے ماما کہ میں اپنے دودھیالی رشتہ داروں سے بھی ملوں۔ آپ آخر مجھے وہاں کیوں بھیجنا نہیں چاہتیں۔ کیا تحفظات ہیں آپ کے؟"

اس نے الجھتے ہوئے پوچھا تھا۔ اس وقت تو مدحت بس اسے خاموشی سے دیکھ کر رہ گئیں مگر اگلے دن کالج جانے سے پہلے اسے شاپنگ کے لیے پیسے دیے تھے۔

"میں نے ولید کو فون کر دیا ہے۔ گیارہ بجے تک وہ آجائے گا، اس کے ساتھ جا کر شاپنگ کر لینا۔ احمد کی طبیعت خراب ہے ورنہ تمہاری زارا بھابھی کو کہہ دیتی۔ بہرحال زیادہ فینسی سوٹ خریدنے کی ضرورت نہیں۔ ڈیسنٹ شاپنگ کرنا۔ ایک سوٹ اپنی تائی جان کو اور دو سوٹ نگین کے لیے بھی لے آنا۔" ماما نے کہا تھا۔ اس نے سرہلا کر ان کے ہاتھ سے روپے تھام لیے اور شام کو اس نے بہت ذوق و شوق سے ماما کو ساری شاپنگ دکھائی تھی۔ "اب میں نے تم سے اتنی بھی ڈیسنٹ شاپنگ کا نہیں کہا تھا۔ میرا مطلب تھا کہ اوٹ پٹانگ فیشن کی چیزیں مت خرید لینا۔"

"کپڑے تو بہت اچھے ہیں بیٹا بلکہ میری پسند کے عین مطابق لیکن ایسے دھیمے رنگوں والے کپڑے تو ہماری عمر کے بندوں پر سجتے ہیں۔ تم نے اپنے لیے کلرز کا انتخاب صحیح نہیں کیا۔"

"اپنے لیے کیا مطلب ماما! میں نے یہ کپڑے آپ کے لیے خریدے ہیں۔ میرے کپڑے تو یہ ہیں۔" اس نے اپنے پیچھے پڑے دو، تین شاپنگ بیگز آگے کیے۔

"تم نے میرے لیے کپڑے خریدے؟ کیوں بیٹا، اتنی فضول خرچی وہ بھی مہینے کی آخری تاریخوں میں؟ میں نے تمہیں صرف تمہاری شاپنگ کے لیے پیسے دیے تھے۔" مدحت نے اسے آنکھیں دکھائی تھیں۔

"تو آپ شادی میں پرانے کپڑے پہن کر شرکت کریں گی۔" اس نے مصنوعی حیرت دکھائی۔

"تم اچھی طرح جانتی ہو ماہا کہ میں تمہارے ساتھ نہیں جا رہی۔" مدحت نے سنجیدگی سے اسے مخاطب کیا۔

"جانتی تو ہوں ماما! لیکن میں چاہتی ہوں کہ آپ بھی میرے ساتھ چلیں۔ میں کبھی بھی اور کہیں بھی آپ کے بغیر نہیں گئی۔" اس نے ان کی گردن کے گرد بازو حمائل کر کے انہیں منانا چاہا تھا۔

"وہ کہیں نہیں ہے ماہا! تمہارے سگے تایا کا گھر ہے اور تمہارے لیے اجنبی جگہ تو نہیں، تمہارا بچپن گزرا ہے وہاں۔" مدحت اب اسی کے الفاظ دوہرا رہی تھیں۔ اس نے خفا ہو کر منہ پھلایا تھا۔

مدحت ہنس پڑی تھیں۔

"تمہیں پتا تو ہے ماہا! پچھلے مہینے کتنے چھٹیاں لینا پڑ گئی تھیں۔ دوبارہ چھٹیاں ملنا مشکل ہے۔" انہوں نے اسے پیار سے سمجھایا تھا۔

"ٹھیک ہے ماما! جیسے آپ کی مرضی۔" اس نے گہرا سانس کھینچتے ہوئے ان کی بات مان لی اور اب احساس ہو رہا تھا کہ ماما کا یہاں نہ آنے کا فیصلہ کتنا درست تھا۔ تایا جان کی بے التفاتی، تائی جان کی سرد مہری۔ وہ بچی تو نہ تھی کہ محسوس نہ کر پاتی بلکہ تائی جان کے چہرے پر تو اسے دیکھ کر ایسے تاثرات ابھرتے جیسے وہ اس کی آمد پر سخت ناخوش ہوں۔ صرف نگی باجی کی محبت اور اپنائیت تھی کہ اسے اپنے یہاں آنے کے غلط فیصلے کا احساس کم ہونے لگتا۔

اسٹیج پر سہیل بھائی اور شازمہ بھابھی کی رسم حنا جاری تھی اور نگی باجی ہی اسے زبردستی گھسیٹ کر اسٹیج پر لے گئی تھیں۔

"ارے بھئی ماہا! کہاں ہو تم، میری دلہن سے نہیں ملنا کیا؟" اس کی شکل دیکھ کر سہیل بھائی کو بھی یاد آ گیا کہ ماہا نام کی ان کی ایک کزن، بہت دور سے برسوں بعد صرف ان کی شادی میں شرکت کے لیے آئی ہے۔

اس نے شازمہ کو سلام کیا تھا۔ اس نے رسمی

مسکراہٹ چہرے پر سجا کر گردن ہلائی پھر دوبارہ سہیل بھائی کے دوسری طرف بیٹھی اپنی کزن سے جھک کر کوئی بات کرنے لگی تھی۔ نگی اسٹیج پر موجود اپنی دوسری کزنز سے ماہا کا تعارف کروانے لگی وہ ذرا دیر کو تو اسٹیج پر رکی پھر جیسے ہی نگی کا دھیان ہٹا وہ چپکے سے پھر نیچے اتر آئی۔ بوریت کے احساس کے ساتھ سر میں درد بھی ہونے لگا تھا۔ وہ پھر اپنی جگہ جا کر بیٹھ گئی۔ ذرا دیر بعد تائی جان بھی گھومتے پھرتے اس کے پاس چلی آئیں۔

"اکیلی بیٹھی ہو۔ جاؤ فوٹو وغیرہ کھنچوالو۔" جانے کیسے انہیں اس کا خیال آگیا تھا۔

"ابھی شازمہ بھابھی سے مل کر آئی ہوں تائی جان! تصویر بھی بنوائی ہے۔" اس نے آدھا سچ اور آدھا جھوٹ بولا۔

"توبہ پھر پھر کر ٹانگوں میں اتنا درد ہو گیا۔ تھکا دیا سہیل کی شادی نے مجھے۔" تائی جان نے اپنی کیفیت کی پروا نہ کرتے ہوئے ایک کرسی سامنے کھینچی اور اس پر پاؤں پسارے۔ ماہا کو ان کی آمد کی وجہ اب سمجھ میں آئی۔ وہ خالی کرسیوں کی تلاش میں تھیں، جہاں کچھ دیر سستا سکیں۔

"اور کیسی لگی تمہیں شازمہ۔" وہ جب ماہا کے پاس بیٹھ ہی چکی تھیں، سو کچھ نہ کچھ بات تو کرنا تھی۔

"اچھی لگیں، بہت پیاری۔" اس نے دوبارہ سچ میں جھوٹ کی آمیزش کی۔ پیاری تو وہ تھی مگر اسے اچھی کہیں سے نہ لگی تھی۔ اپنی مہندی میں اتنا پٹر پٹر بولنے والی دلہن اس نے پہلی بار دیکھی تھی۔

"مایوں، مہندی کی دلہن تو شرمائی لجائی ہی اچھی لگتی ہے۔ اسے فرہاد بھائی کی شادی یاد تھی، جب وہ لوگ زارا بھابھی کے ہاں مہندی لے کر گئے تو زرد سوٹ میں ملبوس شرمائی شرمائی سی زارا بھابھی کتنی خوب صورت لگ رہی تھیں حالانکہ وہ بھی کم باتونی تو نہ تھیں مگر کچھ موقعوں پر روایتی طرز عمل ہی بھلا لگتا ہے مگر یہ بات تائی جان سے کہنے کی تو نہ تھی سو شازمہ کی مختصر سی تعریف پر ہی اکتفا کیا تھا۔ اتنے میں وہاں تایا جان بھی آنکلے تھے۔

"پھر میں تو چلوں۔" ماہا کی سمجھ میں نہ آیا کہ انہوں نے تائی جان کو آگاہ کیا ہے یا ان سے اجازت لی ہے۔

"ابھی سے کیسے چلے فنکشن باقی ہے، گانے شانے کا پروگرام بھی ہے۔ وہ مشہور سنگر آئے گا کیا بھلا سا نام ہے اس کا۔" انہوں نے یادداشت پر زور ڈالا۔

"آپ کی اور ہماری عمر اب گانا وانا سننے کی کہاں رہ گئی ہے۔" وہ بیزاری سے بولے۔

"اچھا آپ نے جانا ہے تو جائیں۔ میں اپنے بیٹے کی مہندی ادھوری چھوڑ کر نہیں جا رہی۔" انہوں نے حتمی انداز میں جواب دیا۔

"تو میں آپ کو چلنے کا کہہ بھی کب رہا ہوں۔ آپ آرام سے آئیے گا لیکن میں اب جا کر آرام کروں گا، بہت تھکن ہو رہی ہے۔" وہ واقعی تھکے ہوئے لگ رہے تھے۔

"تایا جان! میں بھی آپ کے ساتھ چلوں؟" دونوں کی گفتگو میں اس کی مداخلت اتنی اچانک تھی کہ ایک لمحے کو تایا جان اور تائی جان دونوں چپ ہو گئے تھے۔

"دراصل میرے بھی سر میں درد ہو رہا ہے۔ فنکشن تو ابھی دیر تک چلے گا اگر آپ مجھے بھی ساتھ لے جائیں تو۔" اس نے کچھ خجل سا ہو کر پوچھا۔

"چلو۔" انہوں نے سنجیدہ لہجے میں اسے ساتھ لے چلنے پر رضامندی کا اظہار کیا۔

اس کے لیے یہ ہی بہت تھا۔ اس سے پیشتر نگی باجی کی اس پر نظر پڑتی اور وہ اسے روکتی، وہ تایا جان کے ساتھ تیز تیز قدم اٹھاتی باہر نکل لی۔ سر میں واقعی شدید درد ہو رہا تھا اور اجنبیوں کی اس محفل میں وہ بالکل مس فٹ تھی، سو یہاں بیٹھ کر کوفت کا شکار ہونے کے بجائے اس نے گھر جا کر سکون سے سونے کو ترجیح دی تھی۔

سفر خاموشی سے کٹا۔ اسے حسرت ہی رہی کہ تایا جان اس سے اس کے متعلق کچھ تو پوچھیں۔ وہ کون سی کلاس میں پڑھتی ہے؟ سبجیکٹ کون سے ہیں؟ آگے کیا کرنے کا ارادہ ہے۔ لیکن لگتا تھا کہ انہیں اس کی ذات سے کوئی سروکار ہی نہیں ہے۔ پہلی ملاقات کے بعد انہوں نے اسے مخاطب کرنا بھی ضروری نہ سمجھا تھا۔ آج بھی وہ ڈھیٹ بن کر ان کے ساتھ چلی آئی تھی۔ گھر پہنچ کر وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھنے ہی لگی تھی کہ پیچھے سے تایا جان نے پکارا۔ اسے لگا اس کی سماعتوں کو دھوکا ہوا ہے مگر وہ واقعی اس سے مخاطب تھے۔

"تمہیں زحمت نہ ہو تو ایک کپ چائے بنا دو۔ نواب سو گیا ہو گا، میرے سر میں درد ہو رہا ہے۔"

"ابھی لائی تایا جان۔" اگرچہ اس کے سر میں بھی شدید درد ہو رہا تھا پھر بھی تایا جان کا مخاطب کرنا اسے اتنا اچھا لگا۔ اپنے سر کے درد کو بھول کر وہ کچن میں چلی گئی۔ تایا جان زینہ چڑھ کر اوپر اپنے کمرے میں چلے گئے تھے حالانکہ تائی جان کا بیڈ روم نیچے تھا اور جب اسے یہ بات پتا چلی تھی کہ وہ دونوں ایک بیڈ روم استعمال نہیں کرتے تو اسے بہت حیرت ہوئی تھی۔ اس نے ــــ جھجکتے ہوئے نگی باجی سے اس بارے میں استفسار کیا تھا۔

"کہیں تایا جان اور تائی جان میں کوئی ناچاقی تو نہیں۔" اور نگی اس کا سوال سن کر خوب ہنسی تھی۔

"ارے نہیں دراصل اوپر ابو کی اسٹڈی ہے۔ ابو رات کو دیر تک آفس کی فائلوں میں سر کھپاتے ہیں، امی کو روشنی میں نیند نہیں آتی۔ نہ ابو لائٹ آف کر کے ٹیبل لیمپ کی روشنی سے کام چلاتے ہیں، نہ امی آنکھوں پر دوپٹہ وغیرہ رکھ کر سونے کی کوشش کرتی ہیں، اس لیے ابو نے اسٹڈی کو ہی اپنا بیڈ روم بنا لیا۔ دونوں کے درمیان ہرگز کوئی ناچاقی نہیں بلکہ کمال کی انڈر اسٹینڈنگ ہے۔"

جانے آخر میں نگی باجی کا لہجہ کیوں طنزیہ ہو گیا تھا اور اب بھی تایا جان نے اسٹڈی ہی کا رخ کیا تھا۔ جھٹ پٹ چائے بنا کر وہ بھی سیڑھیاں چڑھ گئی تھی۔ دروازہ ادھ کھلا تھا۔ دستک دے کر وہ اندر داخل ہو گئی۔ اندر زیرو پاور کے بلب کی ملگجی سی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔

"یہ لیں تایا جان ــــ" ادھورا فقرہ اس کے منہ میں رہ گیا تھا۔ بیڈ کے پاس کھڑی شخصیت تایا جان کی تو ہرگز نہیں تھی۔ سرخ سرخ آنکھوں والا سعد حیرانی سے اسے تک رہا تھا۔ رات کے اس پہر نامانوس سی دستک نے جتنا حیران کیا تھا، اس سے زیادہ حیرانی دستک دے کر اندر داخل ہونے والی شخصیت کو دیکھ کر ہو رہی تھی اور ماہا بی بی کی تو اپنی بوکھلاہٹ بھی قابل دید تھی۔

ماما نے کتنی سختی سے منع کیا تھا کہ وہ سعد سے ذرا دور دور ہی رہا کرے اور وہ کتنے مزے سے آدھی رات کو اس کے کمرے میں منہ اٹھا کر گھستی چلی آئی تھی۔ وہ غلط ٹائپ کا بندہ تھا۔ اس کے ساتھ زبردستی کچھ بھی کر سکتا تھا اور اتنی سرخ آنکھیں کسی نارمل بندے کی تو ہو نہیں سکتی تھیں۔ کہیں اس نے نشہ تو نہیں کر رکھا تھا۔ ماؤف ہوتے ذہن سے بھی اس نے کیا کچھ نہیں سوچ لیا تھا۔ وہ خوف زدہ نگاہوں سے اسے تکے جا رہی تھی۔ واپسی کے لیے قدم اٹھانا بھی جیسے اس کے اختیار میں نہ رہا تھا۔ زمین نے قدم جکڑ سے لیے تھے۔ وہ سر پر پاؤں رکھ کر وہاں سے بھاگنا چاہ رہی تھی مگر مڑنے تک کی ہمت نہ تھی۔ سعد اپنی جگہ کھڑا صرف اسے دیکھے جا رہا تھا پھر ہمت کر کے اس نے آہستہ آہستہ قدم پیچھے اٹھانا شروع کیے اور یونہی قدم پیچھے ہٹاتے ہٹاتے اس کی نگاہ سعد کے قدموں پر پڑی۔ اس بار لگنے والا حیرت کا جھٹکا اتنا شدید تھا کہ اس کا منہ "حقیقتاً" کھلا کا کھلا رہ گیا تھا۔ بیڈ اور ڈریسنگ ٹیبل کی درمیانی جگہ پر جائے نماز بچھی تھی۔

"وہ میں ــ یہ چائے ــ دراصل میں سمجھی کہ تایا جان ــ" اس نے ہکلاتے ہوئے اپنی آمد کی وضاحت کرنا چاہی تھی۔

"ان کا کمرا سامنے والا ہے۔" سعد نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ وہ سر ہلاتے ہوئے پلٹی اور دروازہ کھول کر تیزی سے باہر نکل گئی۔ پیچھے کھڑے سعد کے ہونٹوں پر بے ساختہ مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

کیا تھی یہ لڑکی، پہلے گھبراہٹ، پھر بوکھلاہٹ اور

اس کے بعد اتنی شدید حیرت کے منہ بند کرنا بھی یاد نہیں رہا۔

"بے وقوف لڑکی۔" سعد سر جھٹکتے ہوئے ہنس پڑا تھا۔

☆ ☆ ☆

"نگی باجی! یہ سعد کیسا بندہ ہے۔" اگلی صبح ڈائننگ ٹیبل پر ناشتے کے وقت صرف وہ اور نگی موجود تھے، جب اس نے نگی سے پوچھا۔

"اچھا بندہ ہے۔ ہینڈسم، ڈیشنگ اور اسمارٹ۔" نگی نے چائے میں چینی ملاتے ہوئے لاپروائی سے جواب دیا تھا۔

"اُفوہ! میرا مطلب ہے کریکٹر کیسا ہے سعد کا؟" اس نے اپنے سوال کی وضاحت کی۔ نگی سے اتنی بے تکلفی کے باوجود وہ اب تک سعد کے بارے میں کھل کر نہ پوچھ پائی تھی کہ اس کا ذکر کرتے ہوئے اپنی پہلی ملاقات والی حماقت بھی بتانا پڑتی، جس کو وہ خود بھی یاد نہ کرنا چاہتی تھی۔

"لڑکی! وہ تم سے پانچ چھ سال بڑا ہے۔ تم اسے کس مزے سے سعد، سعد کہہ رہی ہو۔" نگی نے اسے گھورا تھا۔

"پھر کیا کہوں سعد بھائی؟ نیور۔ جب میں اسے بھائی مانتی ہی نہیں تو بھائی کہوں کیوں؟ ایسا بندہ میرا بھائی نہیں ہو سکتا۔" اس نے ناک چڑھا کر کہا تھا۔ نگی نے دلچسپی سے اسے دیکھا پھر ایک نگاہ اس کے پیچھے ڈالی۔ بے ساختہ مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر بکھر گئی تھی۔

"ہائے واوے کیا بندہ ہے سعد۔" اس نے مسکراہٹ دباتے ہوئے استفسار کیا۔

"ویسے، آپ کے ساتھ رہتا ہے اور آپ مجھ سے پوچھ رہی ہیں؟ پتا ہے کل رات کیا ہوا۔ میں تایا جان کو چائے دینے گئی لیکن غلطی سے سعد کے کمرے میں چلی گئی۔ اس کی آنکھیں اتنی سرخ ہو رہی تھیں اور وہ نماز پڑھ رہا تھا۔ میں تو۔"

"آنکھیں سرخ ہونے کی وجہ فلو بھی ہو سکتی ہے۔ آخر آپ کو اعتراض کس بات پر ہے، سرخ آنکھوں پر یا آدھی رات کو نماز پڑھنے پر۔" پیچھے سے آواز آئی تھی اور ماہا کو لگا وہ آئندہ کبھی اس شخص کے سامنے سر نہیں اٹھا پائے گی۔ وہ جانے کب سے پیچھے کھڑا اس کی گفتگو سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ کاش ڈائننگ ٹیبل کے پاس سے تھوڑی سی زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے اور نگی باجی کتنی بری لگ رہی تھیں یوں کھلکھلا کر ہنستے ہوئے۔

"سعد! لوگوں میں تمہاری Repute بہت خراب ہے۔" نگی نے ہنستے ہوئے سعد کو مخاطب کیا۔

"جی کچھ کرم فرماؤں کی مہربانی ہے۔ بہت سلیقے طریقے سے یہ ڈس انفارمیشن پھیلائی گئی ہے، البتہ وجہ جاننے سے قاصر ہوں۔" وہ سنجیدگی سے کہتا کرسی گھسیٹ کر بیٹھا تھا۔

"تمہارا مطلب ہے؟" نگی نے کچھ لمحوں کی خاموشی کے بعد بے یقینی سے اسے دیکھا۔

"فارگیٹ اٹ یار! تم جیم کی شیشی پکڑاؤ۔ مجھے ایسی باتوں سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تم جانتی ہو اچھی طرح۔"

اس نے لاپروائی سے جواب دیا اور سر جھکا کر ناشتہ کرتی ماہا کے لیے دونوں کی بے تکلفی حیران کن تھی۔ اتنے دنوں میں اس نے گھر کے کسی بندے سے سعد کو بولتے نہیں دیکھا تھا۔ خیر اتنے دنوں میں اسے سعد کو دیکھنے کا موقع بھی کب ملا تھا لیکن پہلے دن کھانے کی میز پر تو سب موجود تھے؟

سعد کسی سے بولے بنا کتنی خاموشی سے کھانا کھا کر سب سے پہلے اٹھ گیا تھا اور کل سہیل بھائی کی مہندی میں بھی تو وہ شریک نہیں ہوا تھا۔ اس نے خود ہی نتیجہ اخذ کر لیا تھا کہ جس طرح گھر کے باقی بندے اس سے لاتعلق ہیں تو اسے بھی کسی سے کوئی غرض نہیں لیکن اب نگی باجی اور سعد کو بے تکلفی سے گفتگو کرتا دیکھ کر اس کے باقی اندازوں کی طرح یہ اندازہ بھی غلط ثابت ہوا تھا۔

"آج شام کو سہیل کی بارات ہے اور تم آج بھی آفس جا رہی ہو۔" سعد نگی سے استفسار کر رہا تھا۔

"ہاں دل تو بالکل نہیں چاہ رہا۔ تھکن بھی بہت ہے۔ رات اتنی دیر سے تو لوٹے تھے ہم لیکن مجبوری ہے۔ میرا باس سہیل بھائی کے ولیمہ کی چھٹی دے دے تو اس کی مہربانی ہوگی۔ ویسے کوشش کروں گی آج جلد آجاؤں اور تم؟" نگی نے جواب کے ساتھ سوال داغا تھا۔

"کیا میں؟" سعد ہنسا۔

"کم از کم آج سہیل بھائی کی بارات میں تو شامل ہو جاؤ سعد!" اس نے جیسے منت کی تھی۔

"کیوں، کیا آپ کی والدہ محترمہ نے بارات کے ساتھ جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا ہے؟" اس نے استہزائیہ انداز میں دریافت کیا تھا اور ماہا سر جھکائے جھکائے بھی نگی کا پھیکا پڑتا چہرہ محسوس کر سکتی تھی۔

"سوری یار! میرا مقصد تمہیں ہرٹ کرنا نہیں تھا۔" اس نے فوراً سے پیشتر معذرت بھی کر ڈالی۔

"اٹس او کے سعد۔" نگی نے مسکرانے کی کوشش کی تھی۔

"کل جب تم لوگ مہندی اٹینڈ کر رہے تھے، تب میں بازاروں کی خاک چھان رہا تھا۔ ظاہر ہے سہیل کی بارات میں کوئی پرانا سوٹ پہن کر تو شریک نہیں ہو سکتا نا۔" اس نے اس بار شگفتگی سے کہا تھا۔ نگی کا چہرہ پل بھر میں ہی کھل اٹھا تھا۔

"تم واقعی بہت اچھے ہو سعد۔" نگی خوش ہو گئی تھی۔

"اوں ہوں میں ہرگز اچھا نہیں، ٹھیک ٹھاک برا بندہ ہوں۔ یہ تصدیق تم ان سے بھی کر سکتی ہو۔ میری برائیوں پر مفصل روشنی ڈال سکتی ہیں یہ۔"

اس نے مسکراہٹ دباتے ہوئے ماہا پر نگاہ ڈالی، جو بالکل سر جھکائے اتنی مگن ہو کر ناشتہ کر رہی تھی جیسے دنیا میں اس سے ضروری کوئی اور کام ہے ہی نہیں۔ سعد کے کہنے پر اس نے ہڑبڑا کر جھکا سر اٹھایا تھا۔

"سوری سعد بھائی!" وہ منمنا ہی سکی۔

"وقت پڑنے پر گدھے کو باپ بنانے کے متعلق تو سنا ہے۔ بھائی بناتے پہلی بار دیکھا ہے۔" سعد نے دوبارہ اس پر چوٹ کی۔ وہ اس بار اتنی خفیف ہوئی کہ بول ہی نہ پائی۔

"بس کرو سعد! اس نے سوری کہہ تو دیا ہے۔ کوئی غلط فہمی ہو گئی ہوگی ماہا کو۔" نگی فوراً اس کی مدد کو آئی۔

"جانتا ہوں میں۔" وہ مسکرایا تھا۔

"نگی باجی! میں کمرے میں جا رہی ہوں۔ ماما کو فون کروں گی، پھر وہ کالج نکل جائیں گی۔ پیریڈ لیتے ہوئے موبائل آف رکھتی ہیں نا۔" اتنی دیر تک دماغ لڑانے کے بعد آخر بہانہ سوجھ ہی گیا تھا اور کہنے کے ساتھ ہی وہ اٹھ گئی تھی۔

"پیچھے یقیناً" سعد اور نگی باجی مل کر اس پر ہنسے ہوں گے۔ مارے خفت کے اس کا برا حال ہو رہا تھا۔ تائی جان نے ماما سے غلط بیانی کی تھی۔ اس کا اندازہ اب جا کر ہوا تھا لیکن انہیں یہ غلط بیانی کرنے کی ضرورت کیوں پڑی، یہ بات اب بھی سمجھ سے بالاتر تھی۔

"آئندہ میری توبہ جو میں سعد کے بارے میں کسی کے بھی سامنے کسی قسم کا اظہار خیال کروں، کیسے چپکے سے پیچھے آکر کھڑے ہو گئے تھے اور نگی باجی بھی خوب ہیں، آنکھوں کے اشارے سے ہی بتا دیتیں کہ پیچھے کوئی کھڑا ہے مگر پھر وہ میرے چہرے پر اڑتی ہوائیاں دیکھ کر لطف کیسے لیتیں۔" اسے آج نگی باجی پر بھی غصہ آ رہا تھا۔

اور آج کا تو دن ہی خراب تھا۔ رات تایا جان کے ساتھ جب وہ گھر لوٹی تھی تو سر درد کے ساتھ بدن کا جوڑ جوڑ دکھ بھی رہا تھا۔ اس وقت تو طبیعت خرابی کو اس نے تھکاوٹ پر محمول کر دیا تھا لیکن آج جیسے جیسے دن چڑھتا گیا، طبیعت مزید بگڑتی گئی۔ دوپہر تک ٹھیک ٹھاک قسم کا بخار چڑھ چکا تھا۔ وہ سارا وقت کمرے میں ہی لیٹی رہی۔

تائی جان نے اندر آکر پوچھنے کی زحمت بھی نہ کی کہ آخر آج وہ کمرے میں کیوں بند ہے۔ دوپہر کے کھانے کے وقت انہوں نے ذرا کی ذرا کمرے میں جھانکا تھا۔

"تم کھانا کھا لینا ماہا! میں ذرا پارلر تک جا رہی ہوں۔"

"تائی جان! میری طبیعت خراب ہو رہی ہے۔" وہ ٹشو سے ناک پونچھتے ہوئے اٹھ بیٹھی تھی۔

"اچھا پھر نواب سے کہہ کر اپنے لیے کھچڑی وغیرہ بنوا لینا۔ ابھی تو وہ کچن میں ہی ہے۔ ایک دفعہ اپنے کوارٹر چلا گیا تو بار بار بلوانے پر بھی نہیں آئے گا۔ کم بخت! دوپہر کے کھانے کے بعد لمبی تان کر سوتا ہے۔" تائی جان اسے آگاہ کر کے چلی گئی تھیں۔ ایک بار بھی نہیں پوچھا کہ کہیں طبیعت زیادہ تو خراب نہیں یا پھر یہ کہ کسی ڈاکٹر کے پاس لے چلوں؟ ان کی بے مروتی پر اس کی خراب طبیعت مزید مکدر ہو گئی تھی۔ کتنی دیر تک یونہی بستر پر لیٹی رہی، ماما شدت سے یاد آ رہی تھیں۔ اس کی طبیعت ذرا سی بھی خراب ہوتی تو کتنا پریشان ہو جاتی تھیں وہ اور ماہا بھی ان سے خوب ہی ناز نخرے اٹھواتی لیکن آج ناز نخرے اٹھانے کے لیے کوئی نہ تھا۔ ناچار خود ہی کچن تک جانا پڑا۔ نواب کچن سمیٹ کر جا ہی رہا تھا، اسے دیکھ کر رک گیا۔

"کچھ چاہیے ماہا بی بی؟"

"ہاں پلیز نواب! تمہارے پاس کوئی سر درد یا بخار کی ٹیبلٹ ہو گی یا تمہیں پتا ہو کہ تائی جان میڈیسن کہاں رکھتی ہیں، میں خود دیکھ لوں گی۔ بخار تیز ہوتا جا رہا ہے۔"

"بخار ہو رہا ہے تو ڈاکٹر کے پاس چلی چلیں۔ آپ کہیں تو رکشہ ٹیکسی لا دوں؟ میں آپ کے ساتھ چل پڑتا ہوں۔" نواب کے کہنے پر اس کی آنکھیں بلاوجہ ہی ڈبڈبا گئیں۔

"تھینک یو نواب! بس تم کوئی ٹیبلٹ لا دو۔ شام کو نگی باجی کے ساتھ ڈاکٹر کے چلی جاؤں گی۔" اس نے آنکھوں کی نمی چھپاتے ہوئے کہا تھا۔ نواب سر ہلا کر کچن سے نکل گیا تھا۔ ذرا دیر بعد اس نے ٹیبلٹ ماہا کو لا دی تھی پھر اسی نے دودھ گرم کر کے ڈبل روٹی کے دو سلائس ماہا کے سامنے رکھے۔

"خالی پلیٹ دوا لینا ٹھیک نہیں ہے جی!"

"تھینک یو نواب! تم واقعی بہت اچھے ہو۔" اس نے تشکر کے جذبے سے مغلوب ہو کر کہا، وہ جھینپ کر مسکرا دیا۔

نواب کی دی ہوئی گولی نے جادوئی اثر دکھایا تھا۔ ایک گھنٹے کے اندر اندر اس کا بخار اتر گیا تھا۔ "چلو اب سہیل بھائی کی بارات میں شریک ہو سکوں گی۔"

ذرا دیر پہلے طبیعت خرابی کی وجہ سے اس نے آج کا فنکشن اٹینڈ نہ کرنے کا ارادہ کر لیا تھا مگر طبیعت سنبھلی تو ملتوی شدہ ارادہ پھر بحال ہو گیا تھا۔

☆ ☆ ☆

کس شان سے سہیل بھائی کی بارات روانہ ہوئی تھی۔ تایا جان، تائی جان، نگی باجی اور وہ خود، بلکہ وہ بھی شاید زبردستی کی مہمان تھی۔ سہیل بھائی اپنے دو دوستوں کے ساتھ الگ گاڑی میں۔ باقی باراتیوں کو ڈائریکٹ میرج لان میں پہنچنے کی ہی ہدایت تھی۔

آج بھی نگی باجی ہی اسے ساتھ لیے لیے پھر رہی تھیں۔ بہت سے رشتہ دار ایسے تھے، جو مہندی کے فنکشن میں نہ آئے تھے۔ تایا جان اور پاپا کے کچھ کزنز۔ ان کی بیگمات۔ جب نگی باجی نے ماہا کا ان سے تعارف کروایا تو کتنے اچھے طریقے سے ملے تھے سب لوگ بلکہ ایک انکل نے تو جذباتی انداز میں کتنی دیر تک اس کے سر پر ہاتھ رکھے رکھا۔

"تمہارے پاپا اور میں جوانی میں بہترین دوست تھے۔ بہت جلدی کی اس نے جانے میں۔" ماہا کو ان کی آواز بھیگتی ہوئی بھی محسوس ہوتی تھی۔

"تمہیں دیکھ کر معید بہت شدت سے یاد آ رہا ہے بیٹا! تم ہو بہو عکس ہو میرے دوست کا۔" وہ شاید پاپا کے بہت اچھے دوست تھے۔

ماہا کو ان سے مل کر اچھا لگا تھا لیکن دل میں کہیں افسوس کا احساس بھی جاگا تھا۔ ایک دوست کو اس کی شکل دیکھ کر اپنے بچھڑے ہوئے دوست کی یاد آ گئی تھی لیکن سگے تایا کو مرحوم بھائی کی نشانی سے چنداں دلچسپی نہ تھی۔ بہرحال آج کی تقریب میں آ کر اسے اچھا لگا تھا۔ بہت سے لوگ ایسے ملے، جن سے پاپا کے حوالے سے تعارف ہوا تھا۔ بہت سوں نے ماما کا حال احوال دریافت کیا تھا، اس سے مدحت کا فون نمبر لیا تھا۔ وہ نگی باجی کی مشکور تھی، جنہوں نے دور پرے کے ان ددھیالی رشتہ داروں سے ماہا کو بطور خاص ملوایا تھا لیکن تائی جان سے ان دونوں کا ساتھ زیادہ دیر تک برداشت نہ ہو پایا تھا۔

"نگی! تم کہاں ادھر سے ادھر گھومتی پھر رہی ہو۔ ایک یہ ہی کزن نہیں ہے تمہاری، تمہارے ماموں اور خالہ کی بیٹیاں بھی بلا رہی ہیں تمہیں۔"

انہوں نے بغیر کسی لاگ لپٹ کے نگی باجی کو لتاڑا تھا۔ ماہا کا چہرہ پھیکا پڑ گیا تھا۔ ماں کے طرز تخاطب پر خود نگی باجی کے چہرے پر ناگواری کے شدید تاثرات نمودار ہوئے تھے۔

"امی آپ....." وہ جانے انہیں کیا کہنا چاہ رہی تھی، ماہا نے ان کا ہاتھ دبا کر انہیں کچھ بولنے سے روکا۔

"آپ جائیں نگی باجی! تقریب انجوائے کریں۔ پھر پھر کر میری تو ٹانگوں میں درد ہو گیا ہے، میں یہاں بیٹھی ہوں۔" اس نے انہیں لجاجت سے مخاطب کیا۔ وہ ہرگز نہ چاہتی تھی کہ آج کے فنکشن میں اس کی وجہ سے بدمزگی ہو۔

"اچھا ٹھیک ہے۔ تم بیٹھو، میں تھوڑی دیر میں آتی ہوں تمہارے پاس۔" اسے بھی شاید موقع کی نزاکت کا احساس تھا، سو ماں سے الجھنے کی خواہش دل میں دباتے ہوئے ان کے ساتھ چلی گئی تھی۔

ماہا اپنی نشست سنبھالے لوگوں کا جائزہ لینے میں مشغول ہو گئی۔ ذرا سی دیر میں وہ اس مشغلے سے اکتا گئی تھی۔ سر میں دوبارہ درد ہونے لگا تھا۔ اسے خیال ہی نہ رہا کہ آنے سے پہلے نواب سے ایک گولی اور لے کر کھا لیتی۔ شاید بخار دوبارہ چڑھ رہا تھا۔

نگی باجی کو دوبارہ اس کی طرف آنے کا موقع نہ ملا تھا۔ دولہا، دلہن اسٹیج پر پہنچ چکے تھے اور اب رسموں کا سلسلہ شروع ہونے والا تھا۔ وہ بار بار اسٹیج کی طرف دھیان لگانے کی کوشش کر رہی تھی۔ شازمہ بھابھی آج کیسی لگ رہی تھیں، ان کا لہنگا کیسا تھا، کیا آج وہ شرما رہی تھیں یا کل کی طرح پٹر پٹر بول رہی تھیں۔ لیکن کیا کیا جاتا اس شدید سر کے درد کا، جو کسی طرف دھیان لگنے ہی نہ دے رہا تھا، پھر بیٹھے بیٹھے اس پر کپکپی سی طاری ہونے لگی۔

"میری توبہ ماما! جو میں آئندہ آپ کے بغیر کہیں گئی۔" ماما پھر شدت سے یاد آنے لگی تھیں لیکن میز پر سر ٹکا کر آنسو بہانے کے سوا کیا کر سکتی تھی۔

"آؤ ماہا! سہیل بھائی اور شازمہ کے ساتھ دو چار تصویریں بنوا لو۔" نگی باجی کی مہربان آواز پر اس نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔

"کیا ہوا ماہا؟" اس کے آنسو دیکھ کر وہ بری طرح پریشان ہو گئی تھی۔

"سوری یار! میں تمہیں واقعی کمپنی نہیں دے پا رہی، کیا کروں امی کو۔" وہ شرمندہ شرمندہ سی جانے کیا وضاحت دے رہی تھی۔

"ایسی کوئی بات نہیں نگی باجی! دراصل میری طبیعت خراب ہو رہی ہے۔" اس نے آنسو پونچھتے ہوئے بتایا تھا۔

"کیا ہوا۔" انہوں نے تشویش سے دریافت کیا۔

"شاید بخار ہے۔" اس نے بتایا۔ نگی باجی نے اس کا ماتھا چھوا تھا، پھر ان کی چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔

"شاید نہیں یقیناً بخار ہے۔ مائی گاڈ! تمہارا ماتھا تپ رہا ہے بری طرح۔"

"صبح بھی بخار ہو گیا تھا نگی باجی! پھر نواب سے گولی لے کر کھالی تھی۔ اس وقت تو اتر گیا تھا۔ پہلے پتا ہوتا کہ دوبارہ چڑھ جائے گا تو ایک گولی اور کھا لیتی۔"

"نواب تو ایم بی بی ایس ڈاکٹر ہے نا، تم کتنی احمق ہو ماہا! صبح سے طبیعت خراب تھی تو کسی ڈاکٹر کے پاس نہیں جا سکتی تھیں۔" نگی باجی خفا ہوئی تھیں۔

"چلی جاتی نگی باجی! اگر کوئی لے کر جانے والا ہوتا تو۔" اس کی آواز بھرا گئی تھی۔

"بے وقوف لڑکی! تم مجھے ہی ایک فون کر دیتیں۔" ان کی آواز دھیمی پڑ گئی تھی۔ اپنی ماں کی بے مروتی اور

بے حسی کا انہیں بخوبی اندازہ تھا۔

"آپ جائیں نگی باجی! اتنی بھی طبیعت خراب نہیں ہو رہی۔ صبح آپ کے ساتھ کسی ڈاکٹر کے چلی جاؤں گی۔"

ماہا خود شرمندہ ہوگئی تھی۔ اس کی طبیعت خرابی میں نگی باجی کا کیا قصور تھا' جو وہ ان سے شکوہ کر بیٹھی۔ ضرورت سے زیادہ زود رنج ہو رہی تھی وہ اور نگی باجی نے جیسے اس کی بات سنی ہی نہ تھی۔ ان کی پر سوچ نگاہیں گردو پیش کا جائزہ لینے لگیں۔ اس وقت ماہا کو کس کے ساتھ ڈاکٹر کے پاس بھیجا جا سکتا ہے۔ رسموں کا سلسلہ تو ابھی بہت دیر تک جاری رہنا تھا۔ آخر ان کی نگاہیں ایک میز پر پہنچ کر ٹھہر گئی تھیں۔

"ایک منٹ ماہا! میں ابھی آئی۔" وہ کہہ کر چلی گئی تھیں۔ اس نے سر دوبارہ میز پر گرا لیا۔ سر کا درد اب برداشت سے باہر ہوتا جا رہا تھا۔

"اٹھو ماہا! شاباش ڈاکٹر کے پاس جاؤ۔" ذرا دیر بعد نگی باجی نے پاس آ کر پکارا تھا۔

"اس ٹائم کون سا ڈاکٹر۔" اس نے کہتے ہوئے سر اٹھایا اور پھر آدھی بات منہ میں ہی رہ گئی۔

"میں گھر جا کر کوئی پین کلر لے لوں گی نگی باجی! ڈاکٹر کو صبح دکھا دوں گی۔" اس نے آہستگی سے کہا۔

"دماغ خراب ہے تمہارا۔ اتنا تیز بخار ہے' اٹھو فوراً۔" انہوں نے ڈپٹا تھا۔ اس کے چہرے پر چھایا تذبذب کم نہ ہوا تھا۔

"میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا نگین کہ محترمہ کو مجھ پر خاص اعتبار نہیں۔ ہرگز میرے ساتھ جانے پر راضی نہیں ہوں گی۔"

"میں چلتی ہوں۔" اس سے پیشتر کہ سعد صاحب کو مزید طنز کا موقع ملتا' وہ اٹھ گئی تھی۔ شکر تھا کہ اس کے بعد سعد نے طنز کا کوئی مزید تیر نہیں چلایا تھا۔ مختلف سڑکوں پر گاڑی دوڑاتے ہوئے وہ کسی کلینک کی عمارت تلاشتا رہا۔ اکثر کلینک بند پڑے تھے۔ آخر ایک کلینک کی بتیاں جلتی دکھائی دیں تو سعد نے گاڑی روک دی۔ ادھیڑ عمر ڈاکٹر ایک بابے کے معائنہ میں مصروف تھا۔ نگاہیں اٹھا کر انہیں دیکھا۔ سعد نے سلام کیا تھا۔

"وعلیکم اسلام' ہاں بھئی برخوردار کیا مسئلہ ہے۔" ڈاکٹر صاحب نے بابے کو نسخہ تھماتے ہوئے سعد کو مخاطب کیا۔

"میرے ساتھ کوئی مسئلہ نہیں ڈاکٹر صاحب! ان کو تیز بخار ہو رہا ہے۔" سعد نے ماہا کو اشارہ کیا تھا کہ وہ بابے کے خالی کیے ہوئے اسٹول پر جا کر بیٹھ جائے۔ وہ چپ چاپ ڈاکٹر کے پاس جا کر بیٹھ گئی۔ ڈاکٹر نے ہنکارا بھرتے ہوئے اس کی کلائی تھامی۔

"میاں بار بار اتنا تیز بخار چڑھنا' صحیح علامت نہیں۔ میں نے تم سے پچھلی بار بھی کہا تھا کہ جو ٹیسٹ لکھ کر دیے ہیں' وہ کرواؤ۔ بار بار اتنا تیز بخار چڑھنا کسی اندرونی انفیکشن کو ظاہر کرتا ہے۔ دوا سے وقتی طور پر تو افاقہ ہو جاتا ہے لیکن جب تک ٹیسٹ نہ......"

"ایکسکیوزمی سر! آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں آپ کے پاس پہلی بار آیا ہوں۔" سعد نے ان کی گفتگو کو بریک لگائے تھے۔ ڈاکٹر نے سر اٹھا کر سعد کو ذرا غور سے دیکھا پھر ایک نگاہ ماہا پر ڈالی۔

"اچھا حیرت ہے۔ کیا کریں بھئی عمر کے ساتھ یادداشت پر بھی اثر پڑتا ہے۔ پھر دن میں سینکڑوں مریض آتے ہیں' مغالطہ ہو گیا ہو گا۔"

"جی سر مغالطہ ہی ہوا ہو گا اور یہ محترمہ مجھ پر ویسے بھی بہت شک کرتی ہیں۔ اب یہ سمجھیں گی کہ میں نے کہیں چھپ چھپا کر شادی بھی کر رکھی ہے۔" سعد نے مسکراہٹ دباتے ہوئے ڈاکٹر کو مخاطب کیا۔ ڈاکٹر صاحب قہقہہ لگا کر ہنس پڑے تھے۔

"ہاں بھئی' بیویاں ایسی ہی ہوتی ہیں۔ ہماری بیگم صاحبہ کو اب تک ہم پر اعتبار نہیں۔ دن میں دسیوں دفعہ کلینک پر فون کرتی ہیں اور جب جی چاہتا ہے چھاپہ بھی مار دیتی ہیں۔"

بوڑھا ڈاکٹر ضرورت سے زیادہ ہنسوڑ اور خوش مزاج تھا لیکن اس بار سعد بھی صحیح معنوں میں گڑبڑایا تھا۔ ماہا پر نگاہ ڈالی تو سمجھ نہ پایا کہ اس کا چہرہ بخار کی حدت سے

تپ رہا تھا یا غصے کی شدت سے۔

"سوری سر! آپ کو پھر غلط فہمی ہوئی ہے۔" اس نے ڈاکٹر کی تصحیح کرنا چاہی تھی۔

"اچھا میاں! اب تم چپ کرو۔ بعد میں دور کر دینا ساری غلط فہمیاں۔ بیٹیا! آپ بتائیے اور کیا علامات ہیں' گلا تو نہیں دکھ رہا۔ کسی قسم کا نزلہ' زکام' کھانسی۔" ڈاکٹر اسے چپ کروا کر ماہا کی جانب متوجہ ہوا۔ اس نے دھیمی آواز میں اپنی کیفیات سے آگاہ کیا تھا۔

"موسمی بخار ہے۔ دوا کی ایک دو خوراکوں سے بخار تو اتر جائے گا۔ پھر بھی تین دن تک دوا لینا ہے اور خیال رہے دودھ کے ساتھ لینا ہے۔"

ڈاکٹر نے نسخہ ماہا کو تھماتے ہوئے ہدایت بھی دی تھی۔ اس نے سر ہلا دیا۔ سعد نے والٹ کھول کر ڈاکٹر کی فیس ادا کی پھر دونوں کلینک سے باہر نکل آئے تھے۔

"اب کہاں جانا ہے' واپس میرج ہال یا پھر گھر؟" سعد نے پوچھا تھا۔

"گھر۔" اس نے مختصر سا جواب دیا۔

"اُفوہ بھئی۔ تمہارا موڈ اب تک آف ہے۔ اب اس خبطی ڈاکٹر نے جو کچھ کہا' اس میں میرا قصور کہاں سے نکلتا ہے۔ بہرحال ویری سوری۔"

وہ اس بے تکلفی سے مخاطب تھا' جیسے دونوں پرانے دوست ہوں پھر بلاوجہ معذرت بھی کر ڈالی۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے سعد بھائی! دراصل میری طبیعت خراب ہو رہی ہے۔" اس نے شرمندہ ہوتے ہوئے اپنے چہرے کے بگڑے زاویوں کی توجیہہ پیش کی۔

"چلو' اب دوا لے لی ہے نا' اللہ نے چاہا تو جلد فرق پڑ جائے گا۔"

اس نے دوستانہ انداز میں تسلی دی تھی۔ وہ دل ہی دل میں پشیمان ہوئی تھی۔ اتنے اچھے تو تھے سعد بھائی۔ اتنے اچھے بندے کے متعلق اس نے کتنے دن دل میں غلط گمان پالے رکھا۔ اتنے میں ہی سعد کا موبائل بجا تھا۔ وہ موبائل اسکرین پر جگمگاتا نام دیکھ کر مسکرایا۔

"نگی ہے۔ اپنی خیریت سے آگاہ کر دو۔" اس نے موبائل فون ماہا کو تھمایا نگی باجی اس کے لیے واقعی بہت پریشان تھیں۔ انہیں ڈھیر سارا اطمینان دلانے کے بعد اس نے فون واپس سعد کو تھمایا۔ طبیعت اگرچہ اب بھی خراب تھی مگر ذرا دیر پہلے بے بسی کی کیفیت نہ تھی۔ بے شک وہ ماما سے بہت دور سہی مگر یہاں بھی اس کا خیال رکھنے کو کچھ لوگ تو موجود تھے۔

☼ ☼ ☼

سہیل بھائی کی شادی بخیر و خوبی انجام پا چکی تھی۔ گرینڈ ولیمہ کے بعد اگلی صبح دولہا' دلہن ہنی مون کے لیے روانہ ہو گئے تھے۔ اس کا بھی اب واپسی کا ارادہ تھا۔ وہاں مدحت اس کے بغیر بہت اداس تھیں۔ وہ خود ماں کو بہت یاد کر رہی تھی۔ زندگی میں پہلی بار اتنے دن ان سے دور رہی تھی اب جلد از جلد ان کے پاس پہنچنا چاہتی تھی۔

"ایک دو دن رک جاؤ ماہا! اب تو شادی سے فراغت ملی ہے۔ ابھی تو تمہیں گھمایا پھرایا بھی نہیں۔"

"کوئی بات نہیں نگی باجی! میں کوئی بچی تھوڑی ہوں' جو صرف سیر سپاٹے سے خوش ہو۔ میں تو یہاں آپ لوگوں سے ملنے آئی تھی اور آپ سے مل کر مجھے جو خوشی ملی ہے' وہ لفظوں میں بیان نہیں کی جا سکتی۔ آپ کی صورت میں مجھے بڑی بہن مل گئی ہے۔" اس نے بہت محبت سے ان کے ہاتھ تھامے تھے۔

"تم خود بہت اچھی ہو ماہا! سراپا محبت' سراپا خلوص اور......" نگی باجی نے مسکرا کر بات ادھوری چھوڑی۔

"اور؟" اس نے سوالیہ نگاہوں سے انہیں تکا۔

"اور سراپا حسن۔" انہوں نے پیار سے اس کی ٹھوڑی چھوئی تھی۔ اس بار وہ جھینپ کر مسکرا دی۔ نگی باجی بھی ہنس پڑی تھیں۔

"تو یہ طے ہوا کہ کم از کم آج تم واپس نہیں جا رہی ہو۔ ہم خوب گھومے پھریں گے شاپنگ کریں گے' انجوائے کریں گے اور رات کو ایک شاندار ڈنر کر کے گھر لوٹیں گے۔" انہوں نے خود سے پروگرام سیٹ کر

لیا۔

"آج سعد کا بھی آف ہے، میں اس سے پوچھ کر آتی ہوں کہ کیا وہ آج کے لیے ہمارا ڈرائیور بننا پسند کرے گا۔ وہ مسکراتے ہوئے سعد سے پوچھنے چلی گئی۔ دو منٹ بعد ہی وہ واپس آگئی۔

"ہری اپ ماہا فٹافٹ تیار ہو جاؤ۔ وقت کم ہے اور مقابلہ سخت۔ چند گھنٹوں میں پورے شہر کی سیر کروانا ہے تمہیں۔ سعد کہہ رہا ہے۔ تیار ہونے میں دیر نہیں کرنا۔" نگی باجی نے افراتفری مچائی تھی۔ اس نے بھی فوراً" سرہلا کر حکم مان لیا۔

"کہاں جارہے ہو؟" اتنے میں تائی جان ادھر آنکلی تھیں۔

"گھومنے پھرنے کا پروگرام ہے امی!" نگی نے رسانیت سے بتایا تھا۔

"کون کون جارہا ہے۔" ان کی تفتیش کا آغاز ہوا۔

"کون کون جائے گا امی! بس میں ماہا اور سعد۔ آپ نے چلنا ہے تو بتائیں؟"

"میرے پاس اتنا فالتو وقت نہیں ہے۔" جانے کیوں ایک دم ان کا موڈ اتنا کیوں بگڑ گیا تھا، ماہا قطعاً" نہ سمجھ پائی۔

اس کے جی میں آئی کہ نگی باجی سے کہہ دے کہ وہ پروگرام کینسل کردیں مگر اگلے ہی پل اس نے سوچ کو جھٹک ڈالا۔ تائی جان کی ناراضی سے اب اسے کیا فرق پڑنا تھا۔ وہ یہاں صرف ایک دن کی تو مہمان تھی۔ ان کے بگڑے موڈ کی پروا کیے بغیر وہ تیار ہونے چل دی اور وہ دن اس کے اب تک یہاں گزارے گئے دنوں میں سب سے یادگار دن تھا۔

نگی باجی اور سعد کی کمپنی کو اس نے خوب انجوائے کیا تھا۔ اسے اب جاکر اندازہ ہوا تھا کہ تائی جان کے سامنے سپاٹ سا چہرہ بنائے رکھنے والا سعد ہرگز بھی ایسا نہ تھا۔ نگی باجی اور اس کی خوب دوستی تھی۔ دونوں کی سنگت میں ایک پرلطف دن گزار کر شام ڈھلے واپسی ہوئی تھی۔ صبح واپسی کا پکا پروگرام تھا۔ اس نے کمرے میں جاکر پیکنگ شروع کردی تھی۔ اتنے میں ہی مدحت کا فون آگیا تھا۔

"آج بہت مزا آیا ماما! ہم خوب گھومے پھرے ڈھیر ساری شاپنگ بھی کی۔" اس نے جوش سے بتایا۔

"اچھا مثلاً" کیا کیا خریدا؟" انہوں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"مجھے تو کم ہی خریدنے کا موقع ملا۔ زیادہ تر چیزیں نگی باجی اور..." اس نے ایک دم فقرہ ادھورا چھوڑا۔ فی الحال سعد کا نام لیتی تو جانے ماما کیا سوچتیں۔ اس کے بارے میں تو وہاں پہنچ کر ہی صحیح بتایا جاسکتا تھا۔

"ہاں اور؟" مدحت پوری بات سننے کو متمنی تھیں۔

"جی ماما! میں کہہ رہی ہوں کہ مجھے زیادہ تر شاپنگ نگی باجی نے کروائی۔" اس نے بات مکمل کی حالانکہ بہت سی چیزوں کی ادائیگی سعد نے زبردستی کی تھی اور مزیدار سے ڈنر کا تگڑا سا بل بھی اس نے ہی ادا کیا تھا۔

"تم نے اپنی تائی جان وغیرہ کے لیے کچھ نہیں لیا۔" مدحت نے پوچھا تھا۔

"یہ بات تو میرے ذہن میں ہی نہیں آئی۔" وہ شرمندہ سی ہوئی۔

"اچھا میرے لیے تو ضرور کچھ لیا ہوگا نا۔" مدحت نے اندازہ لگایا۔

"جی ماما آپ کے لیے ایک بہت پیاری شال لی ہے۔ ایک اسٹائلش سا ہینڈ بیگ اور..."

"بس پھر تم یوں کرو وہ شال اپنی تائی کو گفٹ کر دو۔" مدحت نے اس کی بات کاٹی۔

"ماما! وہ شال میں نے خاص طور پر آپ کے لیے لی ہے۔" وہ ٹھنکی تھی۔

"کچھ مینرز سیکھو ماہا! اتنے دن تم یہاں رہی ہو، بری بات ہے بیٹا! اگر کچھ خریداری کی ہے تو یہاں کے لوگوں کے لیے بھی گفٹس لینے چاہیے تھے۔"

"اوکے ماما! دے دیتی ہوں۔" اس نے برا سا منہ بنا کر فون بند کردیا تھا پھر بادل نخواستہ شال اٹھا کر تائی جان کے کمرے کا رخ کیا۔

"تمہاری حرکتیں میری سمجھ سے باہر ہیں نگین! ایسا ضرورت تھی آج سعد کے ساتھ ماہا کو سیر کروانے کی۔" تائی جان کی غضب ناک آواز اتنی بلند تھی کہ کمرے سے چند قدم دور کھڑی ماہا با آسانی سن سکتی تھی۔ اس کے قدم وہیں جم گئے تھے۔

"امی! آخر آپ کو اعتراض کس بات پر ہے، سعد کے ساتھ جانے پر یا ماہا کو سیر کروانے پر۔" نگی باجی کی جھنجلاتی ہوئی آواز کان میں پڑی تھی۔

"سعد کے ساتھ جانے پر مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے بلکہ میں تو تمہیں خود ہی کہنا چاہ رہی تھی کہ سعد کو زیادہ سے زیادہ کمپنی دیا کرو۔ اس کے ساتھ گھومو پھرو، ہوٹلنگ کرو، شاپنگ کرو۔ اسے اتنا وقت دو کہ اسے کسی اور کے متعلق سوچنے کا موقع ہی نہ ملے۔"

"آپ کیا کہنا چاہ رہی ہیں امی؟" نگی باجی کے لہجے میں حیرت کا عنصر زیادہ تھا یا تاسف کا، وہ فیصلہ نہ کرپائی تھی۔

"میں وہی کہنا چاہ رہی ہوں جو تم سمجھنا نہیں چاہ رہیں۔ اب اتنی بچی بھی نہیں ہو تم۔" انہیں بیٹی پر خوب غصہ آرہا تھا۔

"مدحت نے کب سے سعد کو تاڑ رکھا ہے اپنی بیٹی کے لیے۔ جب بھی فون کرتی ہے، سعد کے علاوہ کسی کا پوچھتی تک نہیں۔ میں نے اپنی طرف سے جھوٹ سچ ملا کر سعد کی آوارگی کے کتنے قصے سنا ڈالے مگر اتنی گھنی ہے کہ بظاہر لگتا تھا ساری باتوں پر یقین آگیا ہے۔ صدمے سے برا حال ہو جاتا تھا۔ لیکن اب موقع آیا تو سعد پر ڈورے ڈالنے کے لیے اپنی بیٹی کو بھیج دیا۔ بیٹی بھی ماں جیسی ہے بظاہر معصوم مگر گنوں کی پوری۔ ایک تم ہو اتنے برسوں کا ساتھ ہے تمہارا اور سعد کا مگر۔"

"پلیز امی! چپ کرجائیے۔" صدمے سے نگی کی آواز گھٹ کر رہ گئی تھی۔

"کیوں چپ کرجاؤں۔" تائی جان چمک کر بولی تھیں۔

"فار گاڈ سیک امی! میرے دل میں آپ کے لیے جو تھوڑی بہت محبت اور عزت بچی ہے۔ اسے بچا رہنے دیں۔" اس نے شاید ماں کے ساتھ ہاتھ جوڑے تھے۔

"یہ تم اپنی ماں کے لیے کہہ رہی ہوں۔ تھوڑی سی عزت اور محبت؟ آخر تمہارے ساتھ ایسا کیا برا کیا ہے میں نے۔ اپنی جان سے بڑھ کر چاہا ہے تمہیں۔"

"مجھے نہیں چاہیے ایسی چاہت امی! اگر میرے پاس اختیار ہوتا کہ میں اپنے لیے گود کا انتخاب خود کر سکوں تو یقین کریں وہ گود ہرگز آپ کی نہ ہوتی اور نہ ہی ابو میرے باپ ہوتے۔"

"نگی تو ہوش میں تو ہے۔" تائی جان کا جلالی لہجہ سن کر باہر کھڑی ماہا کی ٹانگیں بھی کانپ گئی تھیں۔

"یتیموں کا حق غصب کرکے اپنے آشیانے کی بنیاد رکھنے کے بعد آپ لوگوں کو کبھی ضمیر کے کٹہرے میں کھڑا نہیں ہونا پڑا۔ حیرت ہے امی! کم از کم میرے ساتھ ہونے والے حادثے کے بعد تو آپ لوگوں کو اللہ کی پکڑ کے خوف سے اپنا طرز عمل ٹھیک کرلینا چاہیے تھا لیکن افسوس شاید آپ لوگوں کے نصیب میں ہدایت ہے ہی نہیں۔" نگی باجی ان کے جلالی لہجے سے ذرا بھی مرعوب نہ ہوئی تھیں۔

"کون سے یتیموں کا حق غصب کیا ہے ہم نے، غضب خدا کا اتنا بڑا بہتان لگا رہی ہو اپنے ماں باپ پر۔ یہ سب تمہارے باپ کی محنت اور سمجھ بوجھ ہے، جس کی بنیاد پر یہ شاندار بزنس کھڑا ہوا ہے۔ ہم نے کسی کا حق غصب کیا ہوتا تو کیا کوئی ہمارا گریبان پکڑنے نہ آتا؟ مدحت وہاں مزے سے پروفیسری کررہی ہے اور سعد یہاں عیش کررہا ہے۔ مانا کہ تمہارے ابو کا کاروبار میں صرف دس فی صد شیئر تھا۔ سارا سرمایہ تمہارے دونوں چچاؤں کا تھا لیکن مغیث کے مرنے کے بعد معید کو تو اپنا ہوش بھی نہیں رہا تھا۔ کاروبار کیا خاک سنبھالتا۔ اس کے مرنے کے بعد تمہارے ابو نے کاروبار سنبھالا تو پتا چلا کتنا گھاٹا ہو چکا ہے۔ ساری صورت حال مدحت کو بتا دی تھی۔ اسے ہماری بات پر یقین آیا تھا، تب ہی لاکھوں کے بزنس کی پلٹ کر خبر نہ لی اور سعد تو خیر اس وقت بچہ ہی تھا۔ کس چیز کی کمی تھی اسے یہاں۔ اچھا کھلایا اچھا پڑھایا، وہ آج جو کچھ ہے، ہماری وجہ سے ہے۔" تائی جان کے لہجے کا طنطنہ کم نہ

ہوا تھا۔

"سعد کا سسکتا ہوا بچپن میری نگاہوں کے سامنے گزرا ہے امی! اگر آج وہ کچھ بن گیا ہے تو اس میں صرف اس کی محبت اور اللہ کی عنایت شامل ہے اور یقین کریں اس کے کچھ بننے کے بعد آپ کا بدلتا رویہ مجھے آپ کے اس روپ سے زیادہ بدصورت لگتا ہے، جب آپ اسے بالکل فالتو چیز سمجھتے ہوئے کسی قابل نہ سمجھتی تھیں۔ کس مشکل حالات میں اس نے سروائیو کیا ہے۔ مجھے یہ کوئی معجزہ ہی لگتا ہے۔"

"اچھا اب زیادہ ڈائیلاگ بولنے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی اس کے کچھ بننے یا نہ بننے سے مجھے کچھ سروکار ہے۔ تمہاری ٹانگ کے لنگ نے مجھے اس معمولی لڑکے کو اہمیت دینے پر مجبور کیا ہے لیکن یہ بات جانے تمہاری عقل میں کیوں نہیں سما رہی۔ تمہیں تو گناہ، ثواب کے سارے لیکچر دینا یاد آ رہے ہیں۔" انہوں نے اپنے ازلی بیزار لہجے میں بیٹی کو مخاطب کیا تھا۔

آپ کے خیال میں وہ معمولی لڑکا مجھے اس ٹوٹی ٹانگ سمیت اپنا لے گا۔" چند لمحوں کی خاموشی کے بعد نگی بولی تو لہجے میں بلا کی ٹھنڈک تھی۔

"اگر تم کوشش کرو تو کچھ ناممکن نہیں۔ پھر اس معمولی نقص کے علاوہ کیا کمی ہے تم میں۔ خوب صورت ہو، صاحب جائیداد ہو۔ تم سے شادی سعد کے لیے کوئی گھاٹے کا سودا نہیں ہوگی۔ تمہارے ابو کہتے ہیں، بزنس میں شیئر کے علاوہ یہ گھر بھی تمہارے اور سعد کے نام کر دیں گے۔" تائی جان کی پلاننگ مکمل تھی۔

"ان چیزوں کو حاصل کرنے کے لیے اسے مجھ سے شادی کی کیا ضرورت ہے امی! وہ یہ سب عدالت میں جا کر بھی حاصل کر سکتا ہے۔" نگی نے استہزائیہ انداز میں انہیں مخاطب کیا۔

"خدا کے لیے نگی! یہ سب سعد کے کانوں میں پھونک کر اسے یہ راستہ مت دکھا دینا۔ اپنے باپ کی برسوں کی بنی ساکھ اور نیک نامی کا کچھ احساس ہے تمہیں؟" نگی باجی کے منہ پھٹ انداز پر وہ اس بار کچھ خائف ہوئی تھیں۔

"میں کسی سے کچھ نہیں کہنے لگی امی! بے فکر رہیں آپ۔ بس مجھے آپ سے یہ کہنا ہے کہ آپ کی وجہ سے میری زندگی کی سب سے بڑی خوشی مجھے نہیں مل پائے گی۔ سعد کے ساتھ سے بڑھ کر میرے لیے بھی کوئی اور خوش نصیبی کی بات نہیں لیکن افسوس میں آپ کی بیٹی ہوں اور وہ بے شک مجھے پسند کرنے بھی لگے مگر آپ کو شدید ناپسند کرتا ہے۔ وہ مجھ سے شادی کبھی نہیں کرے گا امی! آپ کی ساری پلاننگ دھری کی دھری رہ جائے گی۔"

نگی کا تھکا تھکا سا لہجہ، ماہا سے مزید وہاں کھڑے رہنا ممکن نہ ہوا۔ وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی واپس پلٹ آئی۔

کتنا دکھ ہوا تھا اسے تائی جان کی باتیں سن کر۔ دنیا میں ایسے بے حس اور خود غرض لوگ بھی پائے جاتے ہیں۔ بے چاری نگی باجی! جانے اتنا خالص دل لے کر وہ ایسے لوگوں کے گھر کیسے پیدا ہو گئی تھیں، جہاں دل میں تائی جان کے لیے موجود ناپسندیدگی میں اضافہ ہوا تھا وہاں نگی باجی پر ٹوٹ کر پیار آیا تھا۔

"اللہ آپ کے دل کی ہر خوشی پورے کرے نگی باجی۔" اس نے دل سے ان کے لیے دعا کی تھی۔

☆ ☆ ☆

"سعد! پلیز تم ماہا کو بس ٹرمینل تک چھوڑ آؤ گے؟" اگلی صبح ناشتے کی میز پر نگی سعد سے مخاطب تھی۔ ماہا نے گھبرا کر انہیں دیکھا۔ اپنی ماں کے رات کے لیکچر کو بھلا کر وہ ایک بار پھر اسے سعد کے ساتھ بھیج رہی تھیں۔

"نگی باجی! نواب مجھے رکشا یا ٹیکسی لا دے گا، میں خود چلی جاؤں گی۔" اس نے انکار کرنا چاہا تھا۔

"میرا آفس اسی سائیڈ پر ہے، میں تمہیں بس میں بٹھا کر آگے چلا جاؤں گا لیکن ناشتہ کر کے فٹافٹ تیار ہو جاؤ۔ میں آفس سے زیادہ سے زیادہ آدھا گھنٹہ لیٹ ہو سکتا ہوں۔" سعد نے جیسے اس کی بات سنی ہی نہ تھی۔ تکرار کا واقعی وقت نہ تھا۔

"سعد بھائی! میں بس پانچ منٹ میں آتی ہوں۔" اس نے بڑا سا گھونٹ بھرتے ہوئے چائے کا کپ میز پر رکھا اور تائی جان کی گھورتی نگاہوں کو نظرانداز کرتی ڈائننگ ہال سے نکل گئی اور وہ واقعی پانچ منٹ بعد ہاتھ میں بیگ اٹھائے وہاں آن موجود ہوئی۔ سعد بھی اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ دل پر جبر کرتے ہوئے اس نے تائی جان کو الوداعی سلام کرتے ہوئے ان کے آگے سر جھکایا تھا اور شاید انہیں اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اس سے کہیں زیادہ جبر کرنا پڑا تھا۔ نگی باجی اسے چھوڑنے پورچ تک آئی تھیں۔

"بہت یاد آؤ گی ماہا۔" نگی باجی کی آنکھوں میں چمکتی نمی نے ماہا کو بھی اداس کر دیا تھا۔

"آپ مجھ سے ملنے آئیے گا باجی! مجھ سے اور ماما سے۔" ان سے گلے ملتے ہوئے اس نے انہیں وہاں آنے کی دعوت دی تھی۔

"وعدہ نہیں کرتی، پر کوشش کروں گی۔"

"لیڈیز! آئی ایم گیٹنگ لیٹ۔" سعد نے گھڑی پر نگاہ ڈالتے ہوئے جلدی مچائی۔ وہ نگی کا ہاتھ دبا کر چھوڑتے ہوئے گاڑی میں بیٹھ گئی تھی۔ واپسی کا سفر شروع ہو گیا تھا۔ وہ خاموشی سے باہر کے دوڑتے مناظر دیکھنے لگی۔ سعد نے گردن ترچھی کرتے ہوئے اس پر نگاہ ڈالی۔ کتنی اداس اور خاموش لگ رہی تھی وہ۔ سات، آٹھ دن پہلے والی ماہا سے یکسر مختلف۔

"لڑکی! تمہیں تو خوش ہونا چاہیے تم واپس اپنے گھر جا رہی ہو۔" سعد سے اس باتونی لڑکی کی خاموشی مزید برداشت نہیں ہو پائی تھی۔

"میں تو اس گھر کو بھی اپنا ہی گھر سمجھ کر آئی تھی سعد بھائی۔" وہ اداسی سے مسکرائی۔

"پھر کیا ہوا، توقعات پر پانی پھر گیا نا۔" سعد نے محظوظ ہوتے ہوئے پوچھا تھا۔

"شاید یا پھر شاید نہیں۔ بس جو کچھ میں سوچ کر آئی تھی، کچھ بھی ویسا نہیں ہوا۔" اس نے صاف گوئی سے جواب دیا۔

"تم نے سوچا ہوا تھا تمہارے تایا، تائی تم پر ڈھیر ساری محبتیں اور شفقتیں نچھاور کریں گے۔ تسہیل بچپن کی طرح تمہارے خوب لاڈ اٹھائے گا۔ نگی اور تمہاری تو خیر خوب دوستی ہو گئی تھی اور مجھے تو تم نے کسی کھاتے شمار میں ہی نہ رکھا ہو گا۔ بلکہ مجھ جیسے بگڑے شخص سے تو تمہیں دور دور رہنے کی تلقین کی گئی تھی۔" سعد نے مسکراہٹ دباتے ہوئے اسے چھیڑا تھا۔

"آپ بھی نا سعد بھائی! میری ایک بات کا پیچھا ہی پکڑ لیا، حالانکہ آپ چاہتے تو پہلی ملاقات میں ہی میری غلط فہمی دور کر سکتے تھے اور پلیز آپ ماما کو بھی غلط مت سمجھیے۔ انہیں آپ کے متعلق جتنا بدگمان کیا گیا تھا، اس کے بعد وہ مجھے ایسی ہی نصیحت کر سکتی تھیں لیکن اگر آپ یقین کریں تو میں آپ کو بتاؤں کہ میری ماما نے اپنی ہر دعا میں آپ کو یاد رکھا ہے بلکہ شاید کسی اور نے آپ کے لیے اتنی دعائیں نہیں کی ہوں گی۔ صرف آپ کا خیال تھا، جو انہیں تائی جان سے رابطہ رکھنے پر مجبور کرتا تھا ورنہ اب میں سمجھ سکتی ہوں کہ وہ مجھے یہاں کیوں نہیں بھیجنا چاہتی تھیں۔ ان لوگوں کے ساتھ اتنے برس گزارنے کے بعد وہ ان کی عادتوں سے بخوبی آگاہ ہوں گی لیکن انہوں نے کبھی مجھے میرے تایا، تائی سے بدگمان کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اب بھی ان کی یہ ہی خواہش ہو گی کہ میرے ذہن میں اپنے رشتے داروں کے متعلق جو خاکہ ہے وہ قائم رہے۔" اس نے سنجیدگی سے اظہار خیال کیا تھا۔

"تمہاری باتوں پر یقین نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں ماہا! لیکن میں حیران ہوں کہ وہ خاتون جنہیں تم نے تائی جان کہہ کر مخاطب کیا، میری کردار کشی سے آخر کیا مقصد حاصل کرنا چاہتی تھیں۔"

سعد کے کہنے پر ماہا نے نگاہیں چرا لیں۔ تائی جان کے مقصد سے لاعلم ہی رہتا تو بہتر تھا لیکن تائی جان کی شخصیت کو نکال باہر کیا جاتا تو ان کا آئیڈیا تو شاندار تھا۔ کل ان کی باتیں سننے کے بعد اس نے کتنی ہی بار دونوں

کی جوڑی کا تصور کیا تھا اور خیالوں ہی خیالوں میں مسکرا کر اوکے بھی کر دیا تھا اب بھی نگی باجی یاد آتیں تو ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔

"نگی باجی کتنی اچھی ہیں نا سعد بھائی! لگتا ہی نہیں کہ وہ تائی جان کی بیٹی ہیں۔"

"لڑکی! تمہارے اور میرے خیالات کتنے ملتے ہیں۔" سعد ہنس پڑا تھا۔ وہ بھی مسکرا دی۔

"لیجیے باتوں ہی باتوں میں سفر گزرنے کا پتا بھی نہیں چلا۔" سعد نے گاڑی کو بریک لگائے تھے۔

"سعد بھائی! آپ میرا بیگ ویٹنگ روم میں پہنچا کر چلے جائیں۔ آپ آفس سے لیٹ ہو رہے ہیں۔"

"اطلاع دینے کا شکریہ۔" سعد نے اسے گھورا تھا۔ کوچ چلنے میں ابھی تھوڑا سا وقت تھا۔ سعد اتنی دیر اس کے پاس رکا رہا تھا۔

"آپ بہت اچھے ہیں سعد بھائی۔" کوچ چلنے لگی تو اس نے ممنون ہو کر اسے پکارا۔

"یہ بات جا کر مدحت چچی کو بتا دینا۔"

"ماما کو میری بات پر مشکل سے یقین آئے گا۔ آپ ان سے خود ملنے آیئے گا نا۔" اس نے کہا۔ سعد محض مسکرا دیا تھا نہ اقرار' نہ انکار اور کوچ چل پڑی تھی۔

☼ ☼ ☼

کتنی دیر تک وہ ماما سے لپٹی رہی تھی۔ زندگی میں پہلی بار وہ ماں سے اتنی دور رہی تھی۔ مدحت نے بھی دیر تک اسے سینے سے چمٹائے رکھا' پھر دونوں ہاتھوں میں اس کا چہرہ تھام کر پیشانی چومی تھی۔ اس انداز میں وہ بہت کم پیار کرتی تھیں۔

"آئی لو یو ماما۔" اس نے بھی ان کے ہاتھ چوم لیے تھے۔

"گریٹ بھئی' آج اندازہ ہوا کہ آپ دونوں ماں' بیٹی میں کتنی محبت ہے ورنہ تو اس کٹ کھنی بلی کو ہمیشہ آپ سے ڈانٹ کھاتے ہی دیکھا تھا۔" ولید لطف لیتے ہوئے بولا۔ وہ ابھی اس کے ساتھ ہی گھر لوٹی تھی۔

"ماما کی ڈانٹ بھی میرے بھلے کے لیے ہی ہوتی ہے۔ وہ ماں کو محبت سے دیکھتے ہوئے مسکرائی۔ ولید کی آنکھیں حیرت سے پھٹ گئی تھیں۔

"پھوپھو! آپ نے اسے جلدی واپس بلوا لیا' ایک ہفتے میں ہی اتنی سمجھ دار ہو گئی ہے۔ دس بارہ دن مزید رہتی تو بالکل عقل مند بن کر لوٹتی۔"

"میں فی الحال تمہارے منہ نہیں لگ رہی' ماما! آپ یہ بتایئے' کیا پکایا ہے۔ بھوک سے برا حال ہو رہا ہے۔"

"ماہا! بھائی ہے تمہارا۔ ایسے بات کرتے ہیں؟" مدحت نے اسے ڈانٹا تھا۔

"مت ڈانٹیں پھوپھو! مجھے یقین آ گیا کہ لڑکی بدلی نہیں' وہی ہے پرانی والی۔" ولید ہنسا تھا۔

"رکو ولید! کھانا کھا کر جانا۔" اسے واپس مڑتا دیکھ کر مدحت نے پکارا۔

"بالکل بھوک نہیں پھوپھو! اور ویسے بھی کل یونیورسٹی میں ایک اسائنمنٹ جمع کروانے کی آخری تاریخ ہے۔ کام ادھورا چھوڑ کر محترمہ کو لینے گیا تھا اب جا کر اسائنمنٹ پوری کروں گا۔"

"میں بھی شام کو آؤں گی مامی سے ملنے۔ زارا بھابھی گھر پر ہی ہیں نا' میکے تو نہیں گئی ہوئیں۔" اس نے پیچھے سے ہانک لگا کر پوچھا تھا۔

"امی سے ملنے کا تو بہانہ ہے' اصل میں تمہیں اپنے بھتیجے کی یاد ستا رہی ہوگی۔ گھر پر ہی ہیں زارا بھابھی۔" ولید مسکرا کر بتاتے ہوئے چلا گیا تھا۔ زارا بھابھی ماموں کے سب سے بڑے بیٹے فرہاد بھائی کی بیوی تھیں۔ ان کے سوا سالہ بیٹے میں ماہا کی جان تھی۔

"چلو تم ہاتھ منہ دھو لو' میں کھانا لگواتی ہوں۔" مدحت نے اسے مخاطب کیا۔

"ویل مام۔" وہ تابع داری سے کہتے ہوئے فریش ہونے چل پڑی تھی۔

"اور سناؤ خوب انجوائے کیا۔ اپنے تایا کے گھر برسوں بعد اتنے کزنز سے ملاقات ہوئی ہوگی۔ کیسے لگے سب لوگ' نئی دلہن کیسی تھی۔" زارا بھابھی نے اپنی عادت کے مطابق ایک سانس میں کئی سوال کر

ڈالے تھے۔

"کٹلس بہت مزے کے ہیں بھابھی! ایک اور لے لوں۔" اس نے چٹخارا بھرتے ہوئے پوچھا تھا۔

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ تمہارے لیے ہی بنائے ہیں۔" انہوں نے خفا ہوتے ہوئے اکٹھے دو کٹلس اس کی پلیٹ میں ڈال دیے تھے۔

"ویسے اتنے تھوڑے سے دنوں میں ہی تم کچھ دبلی ہو گئی ہو۔ کیا تایا' تائی نے خیال نہیں رکھا۔" زارا بھابھی کی لاکھ اچھی عادتیں سہی مگر ان میں عورتوں کی طرح ٹوہ لینے والی مخصوص عادت کبھی کبھار کوفت میں مبتلا کر دیتی تھی۔

"ایسی کوئی بات نہیں بھابھی! وہاں سب لوگوں نے میرا بہت خیال رکھا' دراصل مجھے بہت تیز بخار ہو گیا تھا۔ شاید اسی لیے آپ کو کمزور لگ رہی ہوں۔"

اس نے بات کرتے کرتے ماما کی طرف نگاہ دوڑائی۔ وہ ناراضی سے اسے تک رہی تھیں۔ اس نے اب تک انہیں نہ بتایا تھا کہ وہ وہاں جا کر بیمار پڑ گئی تھی۔

"بس رہنے دو بیٹا! جیسے تمہاری ماں نے اتنے سالوں بلاوجہ ان کا پردہ رکھا' وہ ہی کام اب تم کر رہی ہو۔ ورنہ کیسے ہیں وہ لوگ' کیا ہم جانتے نہیں؟ میں تو اس حق میں بھی نہیں تھی کہ تم وہاں جاؤ لیکن تم نے اپنی ماں سے ضد منوالی۔" صفیہ مامی اتنا اچانک بولی تھیں کہ وہ کچھ لمحوں کے لیے بالکل خاموش ہو گئی۔

"تمہارے ماموں مرحوم کہتے ہی رہے کہ اپنا حق چھوڑنا بزدلی ہے لیکن تمہاری ماں کی منطق ہی نرالی تھی حالانکہ جس دولت پر تمہارے تایا' تائی عیش کر رہے ہیں' اس میں ان کا رتی برابر بھی حصہ نہیں۔ اللہ نے دونوں بھائیوں کو زندگی اتنی مختصر دی کہ اپنی محنت کا پھل نہ کھا سکے لیکن ستم ظریفی دیکھو کہ اولاد کے لیے بھی جو چھوڑ کر گئے اس پر بھی بڑے بھائی صاحب نے قبضہ جما لیا۔"

"چھوڑیں بھابھی! آپ بھی کیا ذکر لے بیٹھیں۔" ماما نے آہستگی سے انہیں ٹوکا۔

"ہاں بس ہمیشہ یہ کہہ کر ہی تم ہماری زبان بند کروا دیتی ہو۔" ممانی خفا ہوئی تھیں۔ ان کے خلوص پر نہ مدحت کو شبہ تھا نہ ماہا کو لیکن وہ جانتی تھی ماما کو اس ذکر سے تکلیف ہو رہی ہے۔" جب ہی اس نے موضوع بدلا تھا۔

آپ کا شہزادہ عالم اور کتنی دیر تک سوئے گا۔ مجھ سے مزید انتظار نہیں ہو رہا میں اسے جگا رہی ہوں۔" اس نے کاٹ میں سوئے احمد کو گدگدی کی تھی۔

"میں کچن میں جا رہی ہوں۔ اٹھ کر رویا تو تمہیں ہی سنبھالنا پڑے گا۔" زارا بھابھی نے مسکراتے ہوئے وارننگ دی۔

"بے فکر ہو کر جائیں۔ اول تو آپ کا بیٹا روئے گا نہیں۔ اتنے دنوں بعد اپنی پھوپھو کو دیکھے گا' خوب خوش ہوگا اور اگر رو بھی پڑا تو میں سنبھال لوں گی اور اگر زیادہ ہی رو پڑا تو اس کی دو' دو دادیاں بیٹھی ہیں نا یہاں' سنبھال لیں گی۔"

"چالاکی اس لڑکی پر ختم ہوتی ہے۔" کمرے میں داخل ہوتے ہوئے ولید نے اس پر فقرہ چست کیا تھا۔

"ہاں تم پر شروع ہوتی ہے اور مجھ پر ختم۔" وہ جوابی وار کرنے سے کب چوکتی تھی۔

"بس اب دونوں اپنی چونچیں لڑانا شروع کر دیں گے۔" صفیہ مامی مسکرائی تھیں۔

"نہیں لڑائیں گی امی! اتنے دنوں بعد تو یہ آئی ہے۔ ایک دن کا تو لحاظ بنتا ہے نا۔" ولید ان کے پاس بیٹھتے ہوئے مسکرا کر بولا تھا۔

"بہت مہربانی آپ کی۔ میرا بھی آپ سے الجھنے کا کوئی موڈ نہیں۔ آج صرف احمد کے ساتھ کھیلنے آئی ہوں۔" اس نے احمد کو دوبارہ گدگدایا تھا' گہری نیند میں سویا احمد پہلے تو کسمسایا پھر پٹ سے آنکھیں کھول کر اپنے اوپر جھکی ماہا کو دیکھا' اس کے بعد ایک دم حلق پھاڑ کر رو دیا تھا۔

"دیکھا بچہ بے چارا ڈر گیا تمہیں دیکھ کر۔" ولید کو خوب مزا آیا تھا۔

"مامی! آپ ولید کے بچے کو چپ کروالیں۔"

"پہلے تم تو فرہاد بھائی کے بچے کو چپ کرواؤ۔"

"یہ تو ابھی چپ ہو جائے گا ایک منٹ میں۔" وہ اسے گود میں لے کر باہر ٹیرس پر چلی گئی اور واقعی چند منٹوں میں ہی اس نے احمد کو چپ کروالیا تھا مدحت اور صفیہ مسکرا کر پھر باتوں میں لگ گئیں۔ ولید چند منٹوں تک دونوں خواتین کے پاس بیٹھا پھر وہ بھی ٹیرس پر چلا گیا تھا۔ ماہا سے چھیڑ چھاڑ کرنے میں جو مزا آتا تھا' وہ ماں اور پھوپھو کے پاس بیٹھ کر کہاں مل سکتا تھا۔

"تم نے مجھے بتایا ہی نہیں کہ وہاں تمہاری طبیعت خراب ہو گئی تھی۔" رات کو وہ مدحت کی گود میں سر رکھے لیٹی تھی' جب انہوں نے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے پیار سے پوچھا تھا۔

"آپ نے بھی تو مجھے بہت کچھ نہیں بتایا ماما!" وہ آنکھیں کھول کر مسکرائی۔

"میں نے تم سے کیا چھپایا ماہا۔" مدحت حیران ہوئی تھیں۔

"آپ نے مجھے کبھی نہیں بتایا کہ میرے تایا' تائی کی فطرت کیسی ہے۔ انہوں نے ہمارے اور مغیث چاچو کے بزنس اور جائیداد پر غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے۔"

"میرے نزدیک ان باتوں کی کوئی اہمیت ہوتی تو میں تم سے ذکر بھی کرتی۔" مدحت سنجیدہ ہوئی تھیں۔

"اگر آپ مجھے تایا جان اور تائی جان کی نیچر کے متعلق ہی تھوڑا بہت بتا دیتیں تو میں اتنا ہرٹ تو نہ ہوتی۔ کتنے ارمانوں سے میں ان لوگوں کی محبت میں دوڑی دوڑی گئی اور انہیں مرحوم بھائی کی بیٹی کے سر پر ہاتھ تک رکھنے کی توفیق نہیں ہوئی۔" تایا جان کی بے مروتی اور بیگانگی یاد کر کے اس کی آنکھیں پھر ڈبڈبا گئی تھیں۔

"میں تمہیں ان لوگوں سے بدگمان نہیں کرنا چاہتی تھی ماہا! میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ کبھی تم ان لوگوں کے پاس جانے کی ضد کرو گی۔ جیسے بھی ہیں' وہ تمہارے پاپا کے بھائی ہیں۔ میں تمہارے ذہن میں ان کا امیج اچھا ہی رکھنا چاہتی تھی اور پھر سچ پوچھو تو مجھے ان سے کوئی ایسا خاص گلہ ہے بھی نہیں۔ تمہارے پاپا کی جدائی کا صدمہ سہنے کے بعد یہ دولت' جائیداد' پراپرٹی میرے لیے بالکل بے حیثیت چیزیں تھیں۔ اس وقت مجھے مادی سہاروں سے زیادہ جذباتی سہارے کی ضرورت تھی۔ میں اگر وہاں رہتی تب بھی تمہارے تایا آہستہ آہستہ مجھے میرے ہر حق سے محروم کر دیتے۔ اپنی ہی چیزوں کو حاصل کرنے کے لیے سخت جدوجہد کرنا پڑتی۔ میرے اندر نہ تو کورٹ کچہری جانے کا حوصلہ تھا نہ ان لوگوں سے دشمنی پالنے کی ہمت۔ میں نے اپنے اور تمہارے لیے جو مناسب سمجھا' وہی راستہ اختیار کیا۔ تمہیں باپ کی شفقت دینا میرے اختیار میں نہیں تھا لیکن تمہیں بھرپور اور مکمل زندگی دینے کی میں نے ہر پل کوشش کی ہے' تمہارے ماموں کے شدید اصرار اور ناراضی کے باوجود میں نے ان کے ساتھ رہنے کے بجائے الگ رہنے کو اسی لیے ترجیح دی کہ زندگی کے کسی موڑ پر تم کسی قسم کے احساس کمتری میں مبتلا نہ ہو جاؤ لیکن اگر تم یہ سمجھتی ہو کہ تمہارے پاپا کی جائیداد میں حصہ پانے کے لیے مجھے تگ و دو کرنا چاہیے تھی تو شاید میں اپنی کوشش میں ناکام ثابت ہوئی ہوں۔"

"آپ دنیا کی سب سے گریٹ مام ہیں۔ آئی لو یو اینڈ آئی ایم پراوڈ آف یو۔" وہ ان سے لپٹتے ہوئے بولی۔

"اچھا گریٹ مام کی گریٹ بیٹی! میرے سوال کا جواب تم پر اب بھی ادھار ہے۔ تمہاری طبیعت وہاں پر خراب ہو گئی تھی اور تم نے مجھ سے ذکر تک نہیں کیا۔" مدحت نے پیار سے اسے خود سے الگ کیا۔

"میری طبیعت وہاں خراب ہوئی تھی ماما اور آپ کو بتا دیتی تو آپ کی طبیعت یہاں پر خراب ہو جاتی۔ ذرا سا بخار ہی تو تھا۔ سعد بھائی مجھے ڈاکٹر لے کے گئے تھے۔ اگلے دن تک بھلی چنگی تھی میں۔"

"تم سعد کے ساتھ ڈاکٹر کے گئی تھیں؟" مدحت نے حیرانی سے اسے دیکھا۔

"افوہ ماما! اب ڈانٹنے نہ لگ جائیے گا کہ میں نے ان سے دور رہنے کی آپ کی نصیحت چٹکیوں میں اڑا دی۔

سعد بھائی بہت نائس بندے ہیں۔ تائی جان نے ان کے متعلق سراسر غلط بیانی سے کام لیا۔ وہ آپ کو ان سے بدگمان کرنا چاہتی تھیں۔ اس گھر میں جہاں نگی باجی جیسی پر خلوص ہستی رہتی ہے' وہیں سعد بھائی جیسے اچھے بندے بھی موجود ہیں۔ وہ ہرگز بھی بگڑے ہوئے شخص نہیں ہیں۔ کاش آپ انہیں دیکھ پاتیں' ویسے میں انہیں یہاں آنے کی دعوت دے کر تو آئی ہوں' ہو سکتا ہے' کبھی وہ آپ سے ملنے آ ہی جائیں۔" ماہا نے جتایا۔ مدحت بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھیں۔ گویا بڑی بھابھی نے اتنے برسوں ان سے جھوٹ بولا تھا۔

"آپ کو افسوس ہوا نا ماما کہ تائی جان نے آپ سے غلط بیانی کیوں کی۔" ماہا پوچھ رہی تھی۔

مجھے خوشی ہے ماہا کہ یہ سب جھوٹ تھا۔ اللہ کا شکر ہے کہ سعد حالات کے جبر کا شکار ہو کر بگڑ نہیں گیا۔ ان کے سینے پر دھرا اغیر محسوس سا بوجھ ہٹ گیا تھا۔

ماہا سو گئی تھی مگر نیند ان کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی برسوں پہلے کے مناظر آنکھوں کے سامنے گھومنے لگے تھے' جب وہ رخصت ہو کر "مجیب ہاؤس" آئی تھیں۔ تین سال کا گول مٹول بچہ جس سے نجانے کیوں انہیں پہلی نظر میں ہی بہت انسیت ہو گئی تھی۔ ہنس مکھ اور پرکشش سی سلیمہ بھابھی جنہوں نے کبھی محسوس نہ ہونے دیا کہ وہ ان کی جٹھانی ہیں ہمیشہ بہنوں والا برتاؤ رکھا۔ شفیق سے مغیث بھائی جنہوں نے حقیقتاً "بڑے بھائیوں والا مان دیا لیکن دونوں میاں بیوی بہت مختصر زندگی لکھوا کر لائے تھے۔ ایک کار ایکسیڈنٹ میں دونوں لقمہ اجل کا شکار بن گئے۔

سات برس کا سعد ماں اور باپ دونوں کی شفقت سے محروم ہو گیا تھا۔ بڑے بھائی اور بھابھی کی زندگی پر تو یہ حادثہ اتنا اثر انداز نہیں ہوا تھا لیکن معید سے یہ صدمہ سہا نہ جا رہا تھا۔ مدحت کبھی شوہر کو تسلی دیتیں تو کبھی سعد کو آغوش میں لے کر سسکنے لگ جاتیں۔ ہنستے کھیلتے گھر کو جانے کس کی نظر لگ گئی تھی۔ صرف دو برس کی ماہا تھی' جس کی قلقاریاں گھر میں گونجتی تھیں۔

سعد کی طبیعت میں عجیب ضدی پن آ گیا تھا۔ صرف مدحت تھیں' جو اس کی کیفیت کو سمجھتی تھیں۔ بڑی بھابھی تو ویسے ہی اس بدتمیز بچے سے خار کھاتی تھیں۔ مدحت اور معید سعد کو یتیمی کے احساس سے چھٹکارا دلا کر اپنی شفقت کے سائے میں پروان چڑھانا چاہتے تھے لیکن معید نے خود زندگی کی بازی ہارنے میں بہت جلدی کر دی۔ شاید بھائی بھاوج کی حادثاتی موت کا اثر لے کر ان کا دل اتنا کمزور ہو گیا تھا کہ معمولی سا اٹیک بھی نہ سہار پائے۔

ماہا کو بھی سعد کی طرح سات سال کی عمر میں یتیمی سہنا پڑ گئی۔ مدحت کی دنیا اندھیر ہو گئی۔ عدت کے بعد ان کے بھائی نے انہیں ساتھ لے جانے کا فیصلہ کیا۔ شدید ڈیپریشن میں مبتلا مدحت کو بھی یہ ہی مناسب لگا۔ انہیں بزنس یا پراپرٹی سے زیادہ اپنی بچی کا مستقبل اور اس کی خوشیاں زیادہ عزیز تھیں۔ سو ماہا کے لیے کسی کی آنکھوں میں نخوت یا بیزاری برداشت نہ کر سکتی تھیں اور مجیب ہاؤس میں جو مکین بچ گئے تھے' وہ ان کے ظرف سے بخوبی آگاہ تھیں' سو بھائی کے ساتھ واپس آ گئیں۔

تیرہ برس کا سعد جس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ چچا کے بعد عزیز از جان چچی بھی اچانک اسے تنہا چھوڑ جائیں گی۔ اس نے انہیں روکنا چاہا تھا۔ مدحت بے بسی سے اسے دیکھتی رہ گئیں' دبے الفاظ میں مجیب بھائی سے سعد کو اپنے ساتھ لے جانے کی بات کی مگر وہ بات سنتے ہی ہتھے سے اکھڑ گئے۔

مدحت جانتی تھیں' انہیں سعد سے زیادہ سعد کی جائیداد میں دلچسپی ہے مگر وہ خود بھی تو اس پر کوئی حق نہ رکھتی تھیں بمجبوراً "اس ناراض لڑکے کو جسے وارننگ دے رکھی تھی کہ اگر وہ چلی گئیں تو وہ ساری عمر ان سے بات نہیں کرے گا زبردستی گلے لگا کر بھینچ کر پیار کرنے کے بعد انہوں نے واپسی کا سفر اختیار کیا۔

شروع شروع میں وہ بار بار مجیب ہاؤس فون کر کے سعد سے بات کرنے کی کوشش کرتیں مگر وہ ضد کا پکا تھا

کبھی ٹیلی فون لائن پر آ کر نہ دیا۔ مجبوراً" بڑی بھابھی سے ہی اس کی خیریت پوچھنے پر اکتفا کرنے لگیں۔ چند مہینوں میں تھوڑا بہت منافع بھیجنے کے بعد مجیب بھائی نے بزنس دیوالیہ ہونے کا اعلان کر دیا۔

آفاق بھائی ماہا کا حق لینے کے لیے قانونی راستہ اختیار کرنے پر زور دیتے تھے لیکن انہوں نے خاندانی رنجشیں پالنے سے گریز کیا۔ مقامی گرلز کالج میں لیکچرر شپ ملنے کے بعد وہ بہت قانع ہو گئی تھیں۔ بنا کسی کا احسان لیے وہ اپنی بیٹی کی پرورش کر سکتی تھیں۔ اب ان کے جینے کا واحد مقصد ان کی بیٹی ہی تھی۔ مجیب ہاؤس سے اب ان کا تعلق محض اتنا رہ گیا تھا کہ دو چار مہینوں میں ٹیلی فونک رابطے کے ذریعے ایک دوسرے کی خیریت دریافت کر لی جاتی۔

زندگی اپنی رفتار سے آگے بڑھنے لگی۔ ہاں کبھی کبھار ایک ناراض لڑکا شدت سے یاد آتا۔ دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر وہ پھر مجیب ہاؤس فون کرتیں، جہاں حسب معمول جٹھانی سے ہی واسطہ پڑتا۔ بیزار کن لہجے میں وہ سعد کی خیریت سے آگاہ کر دیتیں۔ نگین کے ایکسیڈنٹ کے بعد انہوں نے پہلی بار مجیب ہاؤس جانے کے بارے میں سوچا تھا لیکن ان دنوں ماہا کے پیپرز ہو رہے تھے۔ وہ فوری طور پر نہ جا سکیں۔ بعد میں بڑی بھابھی کا بیزار لہجہ ہی سننے کو ملا۔

"ہم کیا کر دو گی آ کر، میری بچی کے نصیب میں جو تھا، وہ ہو کر رہا۔"

ان کا اشارہ نگین کے ٹانگ کے نقص کی جانب تھا۔ مدحت کو نگین کے ساتھ بیتنے والے حادثے نے حقیقتاً" دکھی کیا تھا۔ وہ پیاری سی بچی جس نے نہ تو شکل و صورت میں اپنے ماں باپ کا عکس چرایا تھا نہ عادتوں میں۔ بچپن میں بھی وہ بہت تمیزدار، مہذب اور حساس بچی تھی لیکن بڑی بھابھی کے روکھے پھیکے رویے کے بعد مجیب ہاؤس جا کر نگین کی دلجوئی کرنے کا کوئی جواز باقی نہ بچا تھا۔ اب ان کا خود سے مجیب ہاؤس رابطہ کرنے کو جی نہ چاہتا تھا۔ خلوص کا جواب ہمیشہ سرد مہری سے دیا جاتا لیکن انہوں نے ماہا کے سامنے کبھی اس کے تایا کے گھرانے کی برائی نہ کی تھی۔ وہ اس کے معصوم ذہن کو پراگندہ نہیں کرنا چاہتی تھیں لیکن پھر حیران کن طور پر بڑی بھابھی کے ان کے پاس فون آنے لگے تھے۔ ہر بار ان کے پاس ایک ہی موضوع ہوتا۔

"سعد بگڑ گیا ہے۔ غلط دوستوں کی صحبت میں پڑ گیا ہے۔ بہت آوارہ ہو گیا ہے۔"

ہر بار وہ اسی قسم کے دکھڑے روتی تھیں۔ ان کی باتیں سن کر مدحت کا دل دکھ سے بھر جاتا۔ سعد کے بگڑنے کا ذمہ دار وہ خود کو بھی قرار دیتی تھیں۔ انہوں نے صرف ماہا کے بارے میں سوچا۔ اس بچے کو حالات کے دھارے پر چھوڑ کر وہ اپنی بچی کے بہتر مستقبل کی خاطر یہاں آن بسی تھیں۔ کبھی سلیمہ بھابھی اور مغیث بھائی کے چہرے نگاہوں کے سامنے گھومتے تو کبھی خیالوں ہی خیالوں میں معید کی شکوہ کناں نگاہیں خود پر مرکوز پاتیں۔

انہوں نے سعد کو ہمیشہ اپنا بیٹا سمجھا تھا اور جیٹھ جٹھانی کے انتقال کے بعد وہ اس کے لیے کتنا حساس ہو گئی تھیں۔ ہر بار بڑی بھابھی کے منہ سے سعد کے بارے میں سن کر وہ نئے سرے سے احساس جرم میں مبتلا ہو جاتیں۔ لیکن سعد کے لیے دعائے خیر کرنے کے علاوہ ان کے بس میں کچھ نہیں تھا اور اب ماہا نے بتایا کہ سعد کے متعلق اس کی تائی غلط بیانی کرتی رہی ہیں۔ انہیں ایسا کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ دماغ وجہ سمجھنے سے قاصر تھا مگر دل میں عجیب سا اطمینان پھیلتا جا رہا تھا۔ انہوں نے ایک نگاہ سوتی ہوئی ماہا پر ڈالی اور پھر اس کے پہلو میں لیٹ کر خود بھی سونے کی کوشش کرنے لگیں۔

☆ ☆ ☆

ماہا کی یونیورسٹی لائف شروع ہو گئی تھی۔ پڑھائی پہلے سے کہیں زیادہ مشکل تھی۔ گھر آ کر بھی زیادہ وقت کتابوں میں سر کھپاتے ہی گزرتا۔ کبھی آرام کرنے کو جی چاہتا تو ذرا دیر کے لیے ماموں کے گھر چلی

جاتی۔ گھر کون سا دور دور تھے۔ ایک ہی کالونی میں گھر تھے، جب تک ماموں زندہ تھے، شام میں لازمی بہن اور بھانجی کے پاس چکر لگاتے۔ موسم کے تیور خراب ہوتے تو رات بھی ان کے پاس رک جاتے۔

پانچ سال پہلے ماموں کا انتقال ہو گیا تھا مگر اب وہ ہی روٹین ان کے بیٹوں نے اپنا لی تھی۔ فجر کی نماز پڑھ کر صبح کی واک کرنے کے بعد فرہاد بھائی پھوپھو کے گھر کی گھنٹی بجا دیتے۔ کبھی رک کر صرف حال احوال دریافت کیا، کبھی چائے کا کپ تو کبھی مدحت انہیں زبردستی ناشتہ کروا کر بھیجتیں۔

صفیہ مامی بھی روز شام کو احمد کو لیے آ جاتی تھیں۔ کبھی زارا بھابھی بھی ان کے ہمراہ ہوتیں رہا ولید تو اس کے تو دن میں بیسیوں چکر لگتے۔ بجلی کا بل جمع کروانا ہو، بازار سے سودا سلف لانا ہو، پلمبر کو بلوانا ہو یا مدحت سے فرمائش کر کے کوئی پکوان پکوانا ہو۔ وہ مدحت کا لاڈلا بھتیجا تھا، جب بھی اسے فرصت ملتی۔ آ دھمکتا تھا۔ ماہا اور اس کی دوستی بھی خوب تھی مگر دونوں کے درمیان ہلکی پھلکی نوک جھونک بھی چلتی رہتی تھی۔ آج کل تو خیر ماہا کے پاس اس سے الجھنے کا وقت بھی نہ تھا۔ وہ بہت ذہین اسٹوڈنٹ تھی۔ اس بار بھی اپنا ریکارڈ برقرار رکھنا چاہتی تھی سو ساری مصروفیات چھوڑ کر صرف پڑھائی میں غرق رہتی تھی اور جس دن وہ پہلے سمسٹر کا آخری پیپر دے کر گھر آئی تو گھر میں داخل ہوتے کے ساتھ ہی اعلان کر دیا۔

"ماما! آج میں جی بھر کر سوؤں گی، پلیز مجھے جگایئے گا مت۔" مدحت نے مسکرا کر گردن ہلا دی۔ جانتی تھیں وہ سونے کی کتنی رسیا ہے اور کئی راتوں کے رت جگے کے بعد بھرپور نیند لینا اس کا حق تھا۔ شام ڈھلے اس کی آنکھ کھلی تھی۔ بالوں کو کیچر سے سمیٹتے ہوئے وہ کمرے سے باہر نکلی، مدحت کچن میں تھیں۔

"اب کچھ دن ماما کو بالکل ریسٹ دوں گی، شام کا کھانا خود بنایا کروں گی۔"

اس نے وہی عہد دل میں دوہرایا، جو کئی بار پہلے بھی خود سے کر چکی تھی لیکن جس پر عمل کی نوبت کم ہی آتی تھی۔ اتنے میں ہی دروازے پر بیل ہوئی۔ نامانوس سی گھنٹی "کون ہو سکتا ہے۔" وہ دل میں سوچتی ہوئی دروازہ کھولنے چل پڑی تھی۔ ذرا سا دروازہ کھول کر باہر جھانکا ایک دراز قد شخص کی جھلک دکھائی دی۔

"جی، کس سے ملنا ہے۔" اس نے دروازے کی اوٹ سے ہی پوچھا۔

"تم پہلی بار مجھے نہیں پہچان پائی تھیں چلو، اس وقت میں نے تمہیں مارجن دے دیا تھا کہ برسوں بعد مجھے دیکھا ہے لیکن اس بار بھی مجھ سے شناخت مانگی تو سچ مچ ناراض ہو جاؤں گا۔" متبسم لہجہ، ماہا ایک دم گیٹ کی اوٹ سے باہر آئی۔

"سعد بھائی آپ؟" اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ کبھی اسے اپنے گھر کے دروازے کے سامنے کھڑا پائے گی۔

"اندر آنے کا راستہ مل سکتا ہے؟" اس نے مسکراہٹ دباتے ہوئے پوچھا۔

"آیئے نا پلیز۔" وہ جھینپ کر پیچھے ہٹی تھی۔ سعد اس کے پیچھے اندر داخل ہوا۔

"آپ یقین ہی نہیں کر سکتے کہ اتنا اچانک آپ کو اپنے سامنے دیکھ کر مجھے کتنی خوشی ہو رہی ہے۔" وہ اسے لیے ڈرائنگ روم میں آ گئی تھی۔

"میں یقین کر سکتا ہوں ماہا۔" وہ مسکرایا تھا۔

"کون ہے ماہا؟" اتنے میں مدحت بھی کچن سے ہاتھ پونچھتے ہوئے باہر نکلیں۔

"خود اندازہ لگائیں کہ کون آیا ہے۔" اس نے کھنکتی ہوئی آواز میں ماں کو مخاطب کیا۔ مدحت اندر آئی تھیں، سعد نے انہیں سلام کیا۔ چند لمحے لگے تھے انہیں اس کے نقوش کھوجنے میں۔

"سعد!" ان کے لبوں نے بے آواز سی جنبش کی۔

"امیزنگ۔ ماما کا حافظہ تو زبردست ہے۔" ماہا چہکی تھی لیکن مدحت نے جیسے اس کی بات سنی ہی نہ تھی۔ وہ چپ چاپ سعد کو تک رہی تھیں، جب ماہا نے انہیں بتایا تھا کہ سعد بھائی بہت ڈیسنٹ اور ڈیشنگ شخص ہیں تو کس شدت سے ان کا دل چاہا تھا کہ وہ کسی

طرح اسے دیکھ پائیں لیکن وہ دل کی خواہش دل میں دبائے رکھنے پر مجبور تھیں۔ انہوں نے اس پر ہر طرح کا حق کھو دیا تھا لیکن آج وہ ان کے سامنے کھڑا تھا۔ ہوبہو مغیث بھائی کا عکس، بانکا، سجیلا، جوان۔ بچھڑے ہوؤں کی یاد اس شدت سے حملہ آور ہوئی کہ وہ اپنے آنسو نہ روک پائیں۔

سعد نے انہیں اپنے بازو کے حلقے میں لے کر چپ کروانا چاہا تھا مگر وہ اس لمبے چوڑے بندے کے شانے سے سر ٹکائے روئے جا رہی تھیں۔ ماہا بھی پاس حیران پریشان کھڑی تھی، اسے ماں سے اس جذباتی ردعمل کی توقع نہ تھا۔

"تم کیا کھڑے کھڑے دلچسپی سے یہ سب ملاحظہ کر رہی ہو، جاؤ مدحت چچی کے لیے پانی لے کر آؤ۔" سعد نے اسے گھورا تھا، وہ جیسے ہڑبڑا کر چونکی پھر سر ہلا کر تیزی سے مڑی تھی اور جتنی دیر میں وہ پانی لے کر آئی، مطلع صاف ہو چکا تھا۔ مدحت نے اپنے آپ کو کمپوز کر لیا تھا۔ سعد بھی صوفے پر ریلیکس انداز میں بیٹھا تھا۔

"آپ نے اچانک آ کر سرپرائز دیا سعد بھائی! آنے سے پہلے فون ہی کر دیا ہوتا۔"

"کیوں تمہیں یہ سرپرائز اچھا نہیں لگا۔" سعد مسکرایا تھا۔

"یہ کوئی پوچھنے کی بات ہے سعد بھائی! ظاہر ہے، بہت اچھا لگا۔" وہ واقعی اس کی آمد پر بہت خوش تھی۔

"آپ نگی باجی کو بھی ساتھ لے آتے نا، سچی کتنا مزا آتا۔ ہم خوب گھومتے پھرتے، انجوائے کرتے۔"

"یہ بات تم اپنی نگی باجی سے خود پوچھ لینا، میں نے آتے وقت بھی اس سے ساتھ چلنے کا کہا تھا۔" سعد نے بتایا تھا۔

"اچھا تو یہ بات ہے، پھر تو میں ان سے فون پر خوب لڑائی کروں گی۔" اسے نگی باجی پر غصہ آیا تھا۔

"لڑ بعد میں لینا۔ پہلے میرے کھانے کا انتظام کرو۔ نواب آج کل گاؤں گیا ہوا ہے، کبھی تمہاری تائی جان کے ہاتھ کا کھانا ملتا ہے تو کبھی سہیل کی بیگم کچھ الٹا سیدھا پکا کر رکھ دیتی ہے۔ اتنے دنوں سے پیٹ بھر کر کھانے کو نہیں ملا۔" وہ بے تکلفی سے بولا تھا۔

"میں نے آج کوفتہ کڑھی بنائی ہے۔ بچپن میں تو تم شوق سے کھاتے تھے۔ کچھ اور کھانے کا دل کر رہا ہو تو بتاؤ۔ ابھی بنا دیتی ہوں۔" مدحت نے اسے محبت سے دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"میرا دل صرف آپ کو دیکھنے اور آپ سے باتیں کرنے کو چاہ رہا ہے مدحت چچی! میں مذاق کر رہا تھا، اتنی خاص بھوک نہیں، آپ کو میرے لیے قطعی کوئی اہتمام کرنے کی ضرورت نہیں۔ بس، آپ میرے پاس بیٹھی رہیں۔"

وہ کچن جانے کے لیے اٹھ رہی تھیں کہ سعد نے انہیں دوبارہ ہاتھ سے پکڑ کر اپنے پاس بٹھا لیا۔

"جی ماما! آپ اطمینان سے بیٹھ کر سعد بھائی سے باتیں کریں۔ میں جلدی سے روٹیاں ڈال کر کھانا لگاتی ہوں۔"

"آج کا دن میرے لیے واقعی بہت خاص ہے۔ میری بیٹی خود روٹی پکانے کا کہہ رہی ہے۔" مدحت بشاشت سے مسکراتے ہوئے بولی تھیں۔

ماہا نے مسکرا کر ماں کو دیکھا۔ وہ آج کتنی خوش اور مطمئن تھیں۔ اس کا اندازہ ان کا چہرہ دیکھ کر لگایا جا سکتا تھا۔

"آپ کے مہمان بھی تو بہت خاص ہیں ماما۔" اس نے مسکراتے ہوئے کچن کا رخ کیا تھا۔

☼ ☼ ☼

رات کو اس نے نگی کو فون کر کے خفگی کا اظہار کیا تھا۔ وہ چپ چاپ ہنستے ہوئے اسے سنتی رہیں۔

"اس ٹوٹی ٹانگ کے ساتھ سفر کرنا میرے لیے اتنا آسان نہیں ہے ماہا۔" جب اس نے شکوے شکایات کی پٹاری بند کی تو انہوں نے عذر تراشا تھا۔

"آپ کی کوئی ٹوٹی ٹانگ نہیں ہے، معمولی سا لنگ ہے، جس کو آپ نے سر پر سوار کر رکھا ہے، کتنا اچھا موقع تھا آپ بھی سعد بھائی کے ساتھ آ جاتیں لیکن

ہم سے ملنے کو آپ کا دل کرتا تو آتیں نا، بس میں بھی کبھی آپ سے ملنے نہیں آؤں گی۔" اس کی ناراضی کسی طور کم نہ ہو رہی تھی۔

"میری شادی پر بھی نہیں آؤ گی۔" انہوں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"سچ نگی باجی! آپ کی شادی ہو رہی ہے؟" وہ ناراضگی بھول بھال کر چیخی۔

"دھیرج ماہا دھیرج، اتنا ایکسائٹڈ ہونے کی ضرورت نہیں۔ ابھی عشق کے امتحان اور بھی ہیں۔" وہ ہنسی تھیں۔

"مطلب؟" اس نے وضاحت چاہی۔

"مطلب یہ کہ ابھی بہت سے حل طلب مسئلے سلجھانا باقی ہیں ماہا۔"

"کیسے مسئلے نگی باجی!" وہ ان کا مسئلہ کچھ کچھ جان چکی تھی، پھر بھی ان کے منہ سے سننا چاہتی تھی۔

"سب سے بڑا مسئلہ تو تمہاری تائی جان ہیں، وہ کہتے ہیں نا میاں بیوی راضی تو کیا کرے گا قاضی لیکن ہمارے کیس میں تمہاری تائی جان قاضی کا کردار ادا کر رہی ہیں اور فی الحال ان کا کردار اتنا مضبوط ہے کہ ہماری محبت کی بیل محبت ہونے کے باوجود منڈھے نہیں چڑھ رہی۔"

نگی باجی نے ٹھنڈا سانس بھرتے ہوئے کہا تھا۔ ان کا اشارہ کس جانب تھا وہ بخوبی سمجھ گئی تھی دو محبت کرنے والے دل صرف اس لیے ایک نہ ہو سکتے تھے کہ درمیان میں تائی جان کا وجود ظالم سماج بن کر کھڑا تھا۔ انوکھا ظالم سماج جو خود دل و جان سے یہ شادی کروانا چاہتا تھا، لیکن سعد کو ان سے کتنی شدید قسم کی چڑ تھی اس بات کا اندازہ وہ وہاں گزارے گئے، چند دنوں میں بخوبی لگا چکی تھی۔

نگی باجی سے محبت کرنے کے باوجود سعد ان کی محبت کو پذیرائی اسی لیے نہیں بخش رہا تھا کہ وہ تائی جان کی بیٹی تھیں حالانکہ دونوں کے درمیان غضب کی انڈراسٹینڈنگ تھی۔ نگی باجی کی آنکھیں سعد کو دیکھ کر چمکنے لگتی تھیں اور سعد بھی ان کی کوئی بات نہ ٹالتا تھا۔ دونوں کی دلچسپیاں مشترک تھیں، مشاغل یکساں تھے۔ کمال کی ہم آہنگی، بے مثال دوستی مگر پھر بھی دونوں کے ایک ہونے میں رکاوٹ تھی۔

"انسان محبت میں محبوب کی بڑی سے بڑی خطا معاف کر سکتا ہے تو محبوب کی ماں کے ماضی کے ناروا رویے کو کیوں نہیں بھلا سکتا۔ میں سعد بھائی کو سمجھاؤں گی نگی باجی کہ صرف تائی جان کی ضد میں اپنے دل کی خوشی سے منہ نہ موڑیں۔"

اس نے دل ہی دل میں نگی باجی کو مخاطب کرتے ہوئے سعد سے اس موضوع پر بات کرنے کا مصمم ارادہ کیا تھا۔

☼ ☼ ☼

صفیہ مامی نے سعد کو رات کے کھانے پر مدعو کر لیا تھا، جب کہ اس کا پروگرام آج سعد کے ساتھ سیر سپاٹے کا تھا۔ ایک دن بعد اس نے واپس چلے جانا تھا اور وہ ابھی تک سعد سے نگی باجی کے بارے میں بات نہ کر پائی تھی۔ مدحت نے سعد کی وجہ سے کالج سے دو دن کی چھٹی لے لی تھی۔ اسے اکیلے میں اس سے بات کرنے کا موقع ہی نہ ملتا تھا۔ اب بھی مدحت اور سعد پرانے البمز کھولے پرانی باتیں اور قصے دہرا رہے تھے کہ زارا بھابھی کا فون آ گیا۔

"کھانا تیار ہے، بس تم لوگ پہنچ جاؤ اب۔ پلاؤ کی بھاپ نکل گئی تو مزا نہیں رہے گا۔"

"کیا کچھ بنایا ہے زارا بھابھی؟" اس نے ندیدے پن سے پوچھا۔

"مٹن پلاؤ، چکن ہانڈی، کباب، کوفتے اور کھیر۔" زارا بھابھی نے بتایا تھا۔

"زبردست ہم بس پہنچ رہے ہیں زارا بھابھی۔" اس کے منہ میں پانی آ گیا تھا۔ بھوک بھی تو زوروں کی لگ رہی تھی۔

دوپہر کو مدحت نے سعد کی فرمائش پر کھانا بنایا تھا اور سعد صاحب نے فرمائش بھی کی تو بگھارے بینگن کی اور بینگن تو ماہا کے حلق سے نیچے نہ اترتے تھے۔ اس

وقت تو مروت کا مظاہرہ کرتے ہوئے مدحت اور سعد کا ساتھ دیتے ہوئے چند نوالے کھالیے تھے مگر اب پیٹ میں چوہوں کی دوڑ جاری تھی۔ زارا بھابھی کا فون سن کر اس نے لاؤنج میں جھانکا۔

"زارا بھابھی کا فون آگیا ہے ماما! وہ کہہ رہی ہیں کھانا تیار ہے اور تم لوگ ابھی تک پہنچے نہیں۔"

"واقعی دیر ہوگئی ہے۔ یوں عین کھانے کے وقت جانا اچھا نہیں لگتا۔" مدحت نے گھڑی پر نگاہ ڈالی تھی۔

"میں بس فریش ہو کر چینج کرلوں پھر ملتے ہیں۔" سعد اٹھ کھڑا ہوا۔

"کیا مطلب ہے سعد بھائی ابھی آپ نے چینج بھی کرنا ہے۔ یہ دو قدم کے فاصلے پر ماموں کا گھر ہے۔"

"لڑکی! تو اس casual (عام) حلیے میں ہی چلا جاؤں۔" سعد نے اسے گھورا وہ اس وقت ٹراؤزر اور ٹی شرٹ میں ملبوس تھا۔

"تو پھر کیا ہوا سعد بھائی! آپ نے کون سا کسی بر دکھوے کے لیے جانا ہے' ایسے ہی شاندار لگ رہے ہیں۔"

"ماہا! اتنی بحث کیوں کرتی ہو۔ سعد سے پوچھ کر اس کے کپڑے پریس کردو۔" مدحت ایک دم اس پر خفا ہوگئی تھیں۔ سعد نے بڑی مشکلوں سے ہنسی ضبط کی تھی۔

"آپ نے میری ماما پر پورا پورا قبضہ جما لیا ہے سعد بھائی! جب سے آپ آئے ہیں' لگتا ہی نہیں کہ یہ میری بھی ماما ہیں۔ دیں کپڑے میں پریس کردوں۔" وہ منہ بسورتے ہوئے کہتی لاؤنج سے باہر نکلی۔ پیچھے مدحت اور سعد ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنس پڑے تھے۔

☆ ☆ ☆

زارا بھابھی کے ہاتھ میں بہت ذائقہ تھا۔ انہوں نے نہایت مزیدار اور پرتکلف ڈنر کا اہتمام کیا تھا۔ خوشگوار ماحول میں کھانا کھایا گیا۔ ولید کے علاوہ سب ہی موجود تھے۔ اس کے کسی دوست کا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا' وہ اس کی عیادت کے لیے گیا ہوا تھا۔ ڈنر کے بعد سعد اور فرہاد بھائی باہمی دلچسپی کے موضوعات پر گفتگو کرنے لگے تھے' صفیہ مامی' مدحت کو لے کر اپنے بیڈ روم میں چلی گئیں جبکہ وہ زارا بھابھی کے ساتھ مل کر کچن سمیٹنے لگی۔

"احمد سو رہا ہے' کچن میں سمیٹ لوں گی۔ تم سب سے پوچھ کر ان کی فرمائش کے مطابق چائے' کافی بنا کر سرو کردو۔" زارا بھابھی کھانا بے شک لاجواب پکاتی تھیں لیکن انہیں چائے' کافی بنانے سے چڑ تھی سو یہ مشکل کام اس کے سپرد کردیا اور سب سے پوچھنے کی ضرورت ہی نہ تھی سب کی پسند سے وہ بخوبی آگاہ تھی سو ایک ٹرے میں فرہاد بھائی کی گرین ٹی اور سعد کی کافی کا مگ سجا کر انہیں دے آئی۔

پھر صفیہ مامی اور ماما کی چائے بنا کر انہیں دینے چل پڑی لیکن صفیہ مامی کے بیڈ روم سے آتی ماما کی آواز نے ایک دم سے اس کے قدم جکڑ لیے تھے۔

"جب اس نے ماہا کے لیے اپنی خواہش کا اظہار کیا تو یقین مانیں صفیہ بھابھی! خوشی کے مارے میری آنکھوں میں آنسو آگئے۔"

"ہائیں! میرے لیے کس نے اپنی خواہش کا اظہار کردیا۔" وہ حیرت کے سمندر میں غوطے کھانے لگی۔ فطری تجسس نے غیر اخلاقی راستہ اپنانے پر مجبور کردیا۔ یہاں کسی کے آنے کا فی الحال کوئی چانس نہ تھا' سو اطمینان سے دروازے سے کان لگا کر ساری بات سن سکتی تھی۔

"سچ بتاؤں مدحت! میں جب کل تمہاری طرف آئی تھی اور تم نے سعد سے میرا تعارف کروایا تو میرے ذہن میں بھی پہلی بات یہ ہی آئی تھی۔ کیسا بانکا جوان ہے۔ اپنی ماہا کے ساتھ خوب جچے گا پھر ایسی سلجھی ہوئی شخصیت۔ میں تو کسی بندے سے دس منٹ بات کرلوں تو اس کے مزاج کا اندازہ ہوجاتا ہے تمہاری خوش قسمتی کہ ایسے نیک بخت بچے نے ماہا کے لیے دست سوال دراز کیا ہے۔" صفیہ مامی نے جیسے اس کی سماعتوں پر بم گرایا تھا۔ چائے کی ٹرے اس کے

ہاتھ سے چھوٹتے چھوٹتے بچی تھی۔

"صحیح کہہ رہی ہیں بھابھی آپ' لیکن فی الحال سعد نے یہ سب ماہا کو بتانے سے منع کیا ہے وہ کہہ رہا تھا کہ ماہا کو سکون سے اپنا ماسٹرز مکمل کرنے دیں بلکہ ہنس رہا تھا کہ ماہا ابھی تھوڑی سی بے وقوف اور امیچور ہے' جانے اس خبر پر کیا ری ایکشن دے۔ میں چاہتا تو آپ سے یہ بات کچھ ٹھہر کر بھی کرسکتا تھا لیکن پھر مجھے یہ خدشہ ستایا کہ اس دوران آپ ماہا کے لیے کچھ اور نہ سوچ لیں۔"

مدحت خوشی سے چور لہجے میں انہیں سعد کے فرمودات سے آگاہ کررہی تھیں۔ اس میں مزید سننے کی تاب نہ تھی۔ ٹرے لے کر اندر گھس گئی مدحت نے چونک کر اسے دیکھا۔ وہ جانتی تھی' انہیں یہ خدشہ ستا رہا ہوگا کہ کہیں اس نے کچھ سن تو نہیں لیا۔

"یہ لیجیے گرم گرم چائے۔" اس نے ہر ممکن کوشش کی تھی کہ دل کے اندرونی تاثرات چہرے پر جھلکنے نہ پائیں اور اپنی اس کوشش میں کامیاب بھی ہو گئی تھی۔

مدحت اور صفیہ نے مطمئن سا ہو کر گفتگو کا کوئی اور موضوع چھیڑ دیا تھا۔ وہ کچھ دیر بعد ان کے پاس بیٹھی رہی پھر اٹھ کر باہر چلی گئی تھی۔

☆ ☆ ☆

سوچ سوچ کر اس کا دماغ شل ہوگیا تھا۔ نگی باجی کا یہ قصور کہ وہ تائی جان کی بیٹی ہیں' اب اتنا بھی بڑا نہیں تھا کہ سعد ان کی محبت سے منکر ہوجائے اور اس پر مستزاد یہ کہ مدحت سے اس کا رشتہ بھی مانگ لیا۔

"سعد بھائی آپ آخری بندے تھے' جن سے میں اس بات کی توقع کرسکتی تھی۔"

حیرت اور صدمے سے اس کا برا حال ہو رہا تھا۔ جانے ان کے اس عمل کے پیچھے اس کی کیا سوچ کارفرما تھی۔ یہ مدحت سے اس کی بے پایاں محبت کا اظہار تھا' جنہیں وہ اپنی ماں کی جگہ قرار دیتا تھا۔ ان کی بیٹی سے شادی کرکے وہ ان کے شانوں پر دھرا بوجھ ہٹانا چاہتا تھا۔ بچپن کی ان عنایات کا بدلہ' جو مدحت اس پر کرچکی تھیں یا وہ صرف اور صرف تائی جان سے بدلہ لینا چاہتا تھا' جب ہی اس جیسی "امیچور" اور "بے وقوف لڑکی" تائی جان کی پلاننگ سمجھ سکتی تھی کہ وہ سعد کو نگی کے لیے محفوظ رکھنا چاہتی تھیں' اسی لیے مدحت کو مسلسل سعد کے متعلق بدگمان کرتی رہیں تو یہ بات سعد کی سمجھ میں کیوں نہ آئی ہوگی اور وہ ان کا یہ خدشہ درست ثابت کرکے ان سے انتقام لینے چلا تھا۔ سعد کے دماغ میں کیا تھا' وہ نہیں جانتی تھی مگر سعد کے دل میں کون تھا' وہ بخوبی جانتی تھی۔

"میں ایسا کیا کروں گی باجی کہ سعد بھائی اپنی فضول خواہش ترک کرکے اپنے دل کی آواز پر کان دھریں۔" اس نے بے بسی سے سوچا تھا مگر فی الحال دماغ اس کی کسی قسم کی مدد کرنے سے قاصر تھا۔

☆ ☆ ☆

سعد کی آج واپسی تھی۔ وہ صبح ناشتے کے بعد واپسی کے لیے نکل رہا تھا مگر مدحت نے زبردستی لنچ تک روک لیا تھا اب وہ اس کے لیے زبردست سا لنچ تیار کر رہی تھیں۔ ماہا نے مارے باندھے کچن کے دو چار کاموں میں ان کا ہاتھ بٹایا تھا پھر لاؤنج میں آکر ٹی وی کھول کر بیٹھ گئی۔ سعد ظہر کی نماز پڑھنے قریبی مسجد تک گیا تھا۔ اتنے میں دروازے پر بیل ہوئی تھی۔ گھنٹہ بجانے کے انداز سے ہی اس نے پہچان لیا تھا کہ ولید آیا ہے اور دروازہ کھولنے پر اندازہ درست ثابت ہوا تھا۔ باہر ولید کھڑا دانت نکوس رہا تھا۔

"کیا ہوا دماغ پر گرمی تو نہیں چڑھ گئی' بلاوجہ مسکرا رہے ہو۔" ماہا نے اسے گھورا تھا۔

"خیر مسکرانے کی تو بڑی ٹھوس وجہ ہے میرے پاس۔" وہ ہنستے ہوئے اندر چلا آیا تھا۔

"یہ بتاؤ تمہارے گھر ایک الو آیا ہوا ہے' کہیں اس کی واپسی تو نہیں ہوگئی۔" اس نے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"سعد بھائی نماز پڑھنے گئے ہیں۔ کھانے کے بعد

جائیں گے۔" وہ سمجھ گئی تھی کہ ولید کا اشارہ کس طرف ہے۔

"شکر ہے وہ ابھی نہیں گئے۔ ان سے ملنے کا بہت اشتیاق ہو رہا ہے مجھے۔"

"کس خوشی میں۔" اس نے اسے گھورا۔

"بس ویسے ہی بڑی تعریفیں سنی ہیں محترم کی۔ بقول زارا بھابھی ایسی شاندار پرسنالٹی والا بندہ کم کم ہی دیکھنے کو ملتا ہے۔ میں نے سوچا میں بھی دیکھ آؤں، کہیں بعد میں حسرت ہی نہ رہ جائے۔"

ولید کی معنی خیز سی ہنسی نے ماہا کو ساری بات سمجھا دی تھی۔ یقیناً" زارا بھابھی کے پیٹ میں سعد کے پروپوزل والی بات نہ رہ پائی ہوگی۔ انہوں نے یہ بات ولید کے سامنے اگل دی ہوگی لیکن ساتھ اسے قسم بھی دی ہوگی کہ وہ ماہا کے سامنے یہ ذکر نہ چھیڑے۔ زارا بھابھی کی عادت سے وہ بخوبی آگاہ تھی۔ باوجود شدید غصے کے اسے ہنسی آگئی۔

"ابھی دو منٹ پہلے تم مجھے بلاوجہ مسکرانے پر ٹوک رہی تھیں اب خود بغیر کسی بات کے ہنس رہی ہو، خیریت تو ہے۔" ولید نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

"مسکرانے کی تو خیر بڑی ٹھوس وجہ ہے میرے پاس۔" اس نے ولید کا فقرہ اسی کو لوٹا تھا۔

"گڈ یعنی تم جانتی ہو کہ۔" ولید کا فقرہ ادھورا رہ گیا تھا۔ سعد اندر داخل ہو رہا تھا۔ ایک دم سے ماہا کے زرخیز ذہن میں کوندا سا لپکا تھا۔

"لو آگئے سعد بھائی! جن سے ملنے کا تمہیں اتنا اشتیاق ہو رہا تھا۔" اس نے ولید کو مخاطب کیا۔ ولید اسے نظر بھر کر گھورنے پر ہی اکتفا کر پایا تھا، پھر اٹھ کر سعد سے ہاتھ ملایا۔

"آپ؟" سعد نے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے تعارف چاہا۔

میں تعارف کرواتی ہوں سعد بھائی! یہ ولید ہے میرا کزن، دوست اور۔" وہ بات کرتے کرتے رکی تھی۔

"اور؟" سعد نے مسکراتے ہوئے استفسار کیا۔

"اور بھی بہت کچھ ہو سکتا ہے سعد بھائی اگر یہ تھوڑا سا سیریس ہو جائے۔"

"میرا مطلب ہے کہ یہ جتنا سیریس میرے ساتھ ہے اپنی اسٹڈی اور کیریئر کے ساتھ بھی اتنا سیریس ہو جائے۔" اس نے اطمینان سے بات مکمل کی تھی۔ ولید کے حواسوں پر تو جیسے کسی نے ایٹم بم پھوڑ دیا تھا۔ وہ ہکا بکا ماہا کی شکل دیکھنے لگا۔

"پلیز ولید! اپنی چونچ بند رکھنا۔" اس نے ایک ملتجی نگاہ ولید پر ڈال کر سعد کی جانب دیکھا، جو واضح طور پر یہ خبر سن کر چونکا تھا۔

"اب دیکھیں فائنل سمسٹر سر پر ہیں مگر انہیں دوستیاں نبھانے سے ہی فرصت نہیں۔ مجھے ڈر ہے اگر اس کی یہ غیر سنجیدگی برقرار رہی تو ماما میرے متعلق سنجیدگی سے کچھ اور ہی سوچنے پر مجبور نہ ہو جائیں۔" وہ اس مزے سے سعد کے سامنے اظہار خیال کر رہی تھی جیسے سعد اس کی پکی سہیلی ہو۔

"بہت خوش ہوئی ولید آپ سے مل کر۔ کل آپ کے گھر ڈنر پر گئے تھے، وہاں آپ کا تذکرہ سنا تھا، مدحت چچی کے منہ سے بھی آپ کے متعلق سنا تھا۔ چلیں جانے سے پہلے ملاقات بھی ہو گئی۔"

اگر ماہا غضب کی اداکارہ تھی تو سعد بھی کم نہ تھا۔ بہت مہارت سے اپنے تاثرات چھپا کر خوش دلی سے ولید سے مل رہا تھا۔ صرف ولید تھا جو اب تک ماہا کے کیے گئے انکشاف سے نہ سنبھلا تھا۔ اتنے میں ہی سعد کے موبائل کی ٹون بجی تھی "ایکسکیوز می" وہ معذرت کرتا فون سننے کمرے سے باہر چلا گیا تھا۔

"تم کیا چیز ہو ماہا۔" ولید دانت کچکچاتے ہوئے ماہا کی طرف پلٹا تھا۔

"سعد بھائی کے سامنے خاموش رہنے کا شکریہ۔" وہ مسکرائی تھی۔

"تم نے اپنے دودھ شریک بھائی کو اپنا منگیتر بنا ڈالا غضب خدا کا ماہا تمہارا تو ایمان بھی خطرے میں پڑ گیا۔ کلمہ پڑھو فوراً"۔"

ولید کے کہنے پر ایک لمحے کو تو وہ خود بھی سٹپٹائی تھی۔ زیر لب کلمہ بھی پڑھ لیا۔ ولید حقیقتاً" اس کا رضاعی

بھائی تھا، جب ماہا دو مہینے کی تھی تو مدحت میکے رہنے آئی تھیں اور فوڈ پوائزننگ کی وجہ سے انہیں دو دن کے لیے ہاسپٹلائز ہونا پڑا تھا، تب مجبوراً" صفیہ کو (جن کی گود میں ڈیڑھ برس کا ولید تھا) ماہا کو دودھ پلانا پڑا تھا کہ وہ فیڈر کو منہ ہی نہ لگاتی تھی۔ صفیہ مامی کا یہ قلق آج تک نہ گیا تھا ورنہ شاید ماہا ہی ان کی دوسری بہو بننے کا اعزاز حاصل کرتی۔

"اگر مدحت پھوپھو کو پتا چلے کہ تم نے سعد کے سامنے کیا بکواس کی ہے تو وہ تمہارا گلا دبا دیں گی۔ تم جانتی ہو۔ وہ تمہارے اور سعد کے بارے میں کیا سوچے بیٹھی ہیں۔" ولید کی سمجھ میں نہ آ رہا تھا کہ اس بے وقوف لڑکی کی کم عقل کا کیسے ماتم کرے۔

"میں جانتی ہوں ولید کہ وہ میرے بارے میں کیا سوچے بیٹھی ہیں اس لیے مجھے یہ طرز عمل اپنانا پڑا۔" اس کے اطمینان میں ہنوز فرق نہ آیا تھا۔

"بے وقوف ہو تم ماہا! ایسا شاندار بندہ خود اپنے ہاتھوں سے گنوا رہی ہو۔ ہم سب مل کر بھی کوشش کرتے تو تمہارے لیے ایسا شخص نہیں ڈھونڈ سکتے تھے۔" ولید کا افسوس کسی طور کم نہ ہو رہا تھا۔

"تم لوگ میرے لیے اس سے کچھ کم شاندار بندہ بھی ڈھونڈو گے تو مجھے کچھ ملال نہ ہوگا۔ یہ شاندار بندہ کسی اور کا نصیب ہے ولید۔" وہ صرف سوچ ہی پائی تھی کہ سعد فون سن کر واپس آگیا تھا۔

"ولید! تم تھوڑی دیر سعد بھائی کو کمپنی دو۔ میں دیکھتی ہوں کچن میں ماما کو کتنی دیر ہے۔ تم بھی کھانا کھا کر جانا۔"

اس نے ولید کو مخاطب کیا تھا، آنکھوں ہی آنکھوں میں اس سے ایک بار پھر چپ رہنے کی التجا کرتے ہوئے کمرے سے نکل گئی تھی۔

☆ ☆ ☆

سعد کو واپس گئے کتنے ہی دن ہو گئے تھے وہ منتظر تھی کہ کب سعد مدحت کو معذرت کا فون کرتا ہے اپنی جلد بازی میں اس نے ماہا کے لیے دست سوال بلند کیا حالانکہ اس کی اور نگی کی پرانی کمٹمنٹ تھی لیکن اس کا انتظار انتظار ہی رہا۔ وہ مدحت کو فون ضرور کرتا لیکن کبھی بھی اس سے بات کرنے کے بعد مدحت کے چہرے پر تفکرات کے سائے نمودار نہ ہوتے بلکہ ہر بار وہ ماہا کو پہلے سے زیادہ مطمئن اور آسودہ لگتیں۔

ماہا کی جھنجلاہٹ ہر گزرتے دن کے ساتھ بڑھتی جا رہی تھی۔ "نہیں ماما کو سب کچھ بتا دوں گی۔ ماما ہرگز بھی اتنی ظالم نہیں کہ ساری بات جان کر بھی سعد کا پروپوزل قبول کر لیں۔" وہ دل میں ارادہ باندھتی مگر زندگی میں پہلی بار مدحت اتنی مطمئن اور خوش لگتیں کہ ماہا کی ان سے بات کرنے کی ہمت نہ پڑتی۔

"چلو ماما کون سا مجھے ابھی سعد بھائی کے سنگ رخصت کرنے لگی ہیں۔ کسی مناسب وقت پر ماما کو بتا دوں گی سب۔"

اس نے یہ مشکل کام آئندہ پر ٹال دیا اور ساری توجہ پڑھائی کی جانب مبذول کر دی کہ انہی سوچوں کے تانے بانے میں الجھتے ہوئے پڑھائی کا بہت حرج ہو چکا تھا اور سیکنڈ سمسٹر سر پر تھا۔ وہ سب کچھ بھلا کر پڑھائی میں جت گئی تھی۔ کتنے ہی دن اس طرح گزر گئے تھے پھر ایک شام فون پر نگی باجی کی چہکتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"یونیورسٹی سے چھٹیاں لے لو اچھے اچھے کپڑے سلوا لو۔ تمہیں عنقریب میری شادی میں آنا ہے اور ہاں اس بار مدحت چچی کو بھی ساتھ لانا ہے۔"

"آپ کی شادی، سچ نگی باجی۔" وہ چیخ ہی تو پڑی۔

"بالکل سچ۔" وہ فون پر بھی نگی باجی کا مسکراتا لہجہ محسوس کر سکتی تھی۔

"بہت بہت مبارک ہو نگی باجی۔" اس کے سر سے جیسے منوں ٹنوں کے حساب سے دھرا وزن سرک گیا تھا۔

"ویسے وہ کیسے مانے نگی باجی! پچھلی بار آپ کچھ بتا تو رہی تھیں کہ کوئی مسئلہ ہے۔" اس نے سرسری لہجے میں پوچھا۔

"وہ کون، تمہارے ہونے والے بہنوئی؟" نگی نے

لطف لیتے ہوئے پوچھا۔ "ارے وہ تو ہمیشہ سے مانے پڑے تھے۔ مسئلہ صرف امی کا تھا لیکن سہیل بھائی اور ابو بیچ میں پڑے' بس پھر سب کچھ سیٹ ہو گیا۔" نگی نے اطمینان سے بتایا تھا۔

"بہت اچھی بات ہے۔" وہ بھی دل ہی دل میں مسکرائی۔ جانتی تھی سعد نگی باجی کی طرف کیسے پلٹا۔ بہرحال اب سب کچھ سیٹ ہو گیا تھا۔ اس سے بڑی خوشی کی بات اور کیا ہو سکتی تھی۔

"بس تم لوگ تیاری پکڑو۔ دو چار دن میں باقاعدہ دعوت نامہ بھی مل جائے گا بلکہ ہو سکتا ہے امی خود ہی مدحت چچی کو فون کریں۔ تم لوگوں نے ضرور آنا ہے۔"

"ضرور آئیں گے نگی باجی۔" اس نے مسکراتے ہوئے فون رکھ دیا۔ جو کام اتنا مشکل لگ رہا تھا' وہ اتنی آسانی سے ہو جائے گا اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ ہاں ماما کو اس خبر پر ضرور دھچکا لگے گا۔ اسے سعد کی کم ہمتی پر غصہ بھی آیا۔ کم از کم ماما کو تو اعتماد میں لینا چاہیے تھا۔ چلو خیر ہے' میں امی کو سمجھا دوں گی' میری کون سی عمر نکلے جا رہی ہے' جو امی یہ خبر ملنے پر سر پکڑ کر بیٹھ جائیں گی۔ اس نے خود کو تسلی دی اور ایک ہفتے بعد کی بات تھی۔ وہ یونیورسٹی سے لوٹی تو مدحت نے اسے ایک کارڈ تھمایا تھا۔

"نگی کی شادی کا کارڈ آیا ہے۔ پندرہ دن بعد شادی ہے۔ تب تک تو تمہارے پیپرز بھی ختم ہو جائیں گے پھر تو چھٹیاں ہی ہوں گی تمہاری۔ میں بھی کل ہی چھٹیوں کے لیے اپلائی کر دیتی ہوں۔ سہیل کی شادی میں تو نہ جا سکی تھی لیکن نگی کی شادی میں تو جانا چاہیے۔ ابھی تمہاری تائی کا بھی فون آیا تھا؟ بہت اصرار سے ہم دونوں کو بلا رہی تھیں۔

"تائی جان کی دلی مراد پوری ہو گئی ہے ماما! ظاہر ہے اب انہیں آپ سے یا مجھ سے کیا خطرہ ہو سکتا ہے اسی لیے فراخدلی سے دعوت بھی دے دی۔" وہ خود کو سوچنے سے باز نہ رکھ پائی تھی لیکن اصل حیرت اسے مدحت کے رویے پر ہو رہی تھی۔ "یقیناً" سعد نے ماما کو اعتماد میں لے لیا ہو گا۔" ان کے اطمینان سے اس نے یہ ہی نتیجہ اخذ کیا لیکن جیسے ہی کارڈ کھول کر عبارت پر نگاہ دوڑائی چار سو چالیس واٹ کا کرنٹ لگا۔

"یہ عبادالرحمن کون ہیں نگی باجی۔" جیسے ہی مدحت ادھر ادھر ہوئیں اس نے نگی باجی کو فون کھڑکایا تھا۔

"تمیز سے لڑکی! اپنے ہونے والے بہنوئی کا کس مزے سے نام لے رہی ہو۔" نگی نے اسے ہنستے ہوئے ٹوکا۔

"ہونے والا بہنوئی یعنی۔" وہ ہکلائی تھی۔

"بہن کا میاں بہنوئی ہی ہوا نا۔ چلو تم جیجا جی کہنا چاہو تو کہہ لینا۔ اگرچہ مجھے یہ لفظ اتنا پسند نہیں۔" نگی نے اسے رعایت دی تھی۔

"لیکن نگی باجی آپ تو کہہ رہی تھیں کہ۔" اسے سمجھ نہ آیا کہ اسے کیسے اپنا مافی الضمیر سمجھائے۔

"یار! میں نے تمہیں تفصیل سے بات بتائی ہی کب تھی۔ ہماری لو اسٹوری میں اتنے پیچ و خم آئے ہیں۔ مجھے تو دھڑکا ہی لگا رہتا تھا کہ یہ محبت اپنے انجام کو پہنچے گی یا راستے میں ہی ٹائیں ٹائیں فش ہو جائے گی۔ امی مان کر ہی نہیں دے رہی تھیں۔ بہت مشکل سے اور سہیل بھائی کی مدد سے امی کو راضی کیا ہے۔ امی سے میں جتنا مرضی لڑتی جھگڑتی تھی لیکن ان کی مرضی کے بغیر اس گھر سے رخصت ہونے کا تصور بھی نہیں کر تھی۔ جیسی بھی ہیں' ہیں تو میری ماں نا۔" نگی جانے کیا کچھ کہہ رہی تھی اُسے کچھ سمجھ نہ آ رہا تھا۔

"تم آؤ تو میں تمہیں سب کچھ بتاؤں گی۔ آؤ گے نا تم لوگ۔" انہوں نے بہت محبت اور مان سے پوچھا تھا۔

"آئیں گے نگی باجی۔" اس نے کھوئے کھوئے سے لہجے میں یاددہانی کروائی تھی۔

☼ ☼ ☼

"اس بار بھی بس ٹرمینل پر سعد ہی لینے آیا تھا لیکن اس بار وہ اکیلی نہیں تھی مدحت بھی اس کے ہمراہ تھیں۔ نگین کی شادی تو شاید بہانہ تھی۔ مدحت سعد کی وجہ سے ہی یہاں آنے پر رضامند ہوئی تھیں۔ اب بھی سعد شگفتگی سے مسکراتے ہوئے گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے مدحت سے محو گفتگو تھا۔

"کیا ہوا ماہا! اتنی خاموش کیوں ہو۔ طبیعت تو ٹھیک ہے تمہاری؟" بہت دیر سے خاموش بیٹھی ماہا کو وہ مخاطب کرنے سے خود کو روک نہ پایا وہ جو اپنے ہی دھیان میں بیٹھی تھی یکدم چونکی۔

"ٹھیک ہوں' بس ذرا سفر کی تھکن ہے۔" اس نے دھیمے سے لہجے میں عذر تراشا۔

"چلو گھر جا کر خوب ریسٹ کر لینا۔"

"آپ جا کہاں رہے ہیں۔" اس نے ایک دم غور کیا تھا' گاڑی کسی انجان راستے پر رواں دواں تھی۔

"گھر جا رہے ہیں اور کہاں۔" وہ مسکرایا۔

"لیکن یہ راستہ تو گھر کی طرف نہیں جاتا۔"

"میرے گھر کی طرف تو یہ ہی راستہ جاتا ہے۔"

"سعد کو کمپنی کی طرف سے فرنشڈ اپارٹمنٹ مل گیا ہے۔ کچھ دنوں پہلے ہی یہ وہاں شفٹ ہو گیا ہے۔" مدحت نے بیٹی کی الجھن رفع کی تھی۔

"شفٹ ہونے کو تو بہت پہلے بھی ہو سکتا تھا چچی! بس نگین کی ناراضی کے خیال سے رکا رہا لیکن اب جب اس گھر سے میرا واحد خیر خواہ بھی رخصت ہو رہا ہے تو میرے وہاں کا کوئی جواز نہیں بنتا۔" سعد نے مدحت کو مخاطب کیا۔

"لیکن مجھے تو نگی باجی کے پاس جانا ہے۔" اس نے سعد کی بات تقریباً" کاٹتے ہوئے کہا تھا۔

"مدحت چچی کو گھر چھوڑ دوں پھر تمہیں نگی کے پاس چھوڑ آؤں گا۔" سعد نے اس کے بدتمیز لہجے کو نظر انداز کرتے ہوئے رسانیت سے کہا تھا۔

"شام کو آرام سے چلیں گے۔ ظاہر ہے ان کی شادی میں آئے ہیں وہاں جانا ہی ہے۔"

مدحت نے اسے تنبیہی نگاہوں سے گھورتے ہوئے کہا تھا۔ وہ آگے سے کچھ نہ بولی۔ اپنی دلی کیفیات وہ خود بھی سمجھنے سے قاصر تھی۔ بس جلد از جلد نگی باجی سے ملنا چاہتی تھی لیکن ان سے ملنے کے لیے ابھی کچھ انتظار باقی تھا۔ اس نے تھک ہار کر سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لیں۔

☼ ☼ ☼

سعد کے ساتھ ڈھلتی ہوئی شام کے وقت وہ "عجیب ہاؤس" پہنچے تھے خلاف توقع تائی جان بہت اچھی طرح ملیں بلکہ سہیل بھائی کی شادی کے برعکس کچھ گھبرائی ہوئی اور بوکھلائی ہوئی بھی لگیں۔ شاید بیٹی کی شادی کا معاملہ تھا اور شادی بہت اچانک طے پائی تھی۔

"عباد کی دونوں بہنیں امریکہ سے آئی ہوئی ہیں۔ اسی مہینے ان کی واپسی ہے۔ بس اسی لیے افراتفری میں شادی کی تاریخ رکھنا پڑ گئی۔ جب سے ڈیٹ فکس ہوئی ہے میرے تو ہاتھ پاؤں پھول گئے ہیں۔ اپنے بھائی کا تو تمہیں پتا ہے' پیسے ہاتھ پر رکھ کر فارغ ہو جاتے ہیں۔ سہیل کی شادی میں بھی یہی ہوا تھا لیکن بھئی جب تو بیٹے کی شادی تھی اور پیسہ ہاتھ میں ہو تو بری تو کھڑے پاؤں بھی تیار کی جا سکتی ہے مگر جہیز میں صرف کپڑے' لتے تھوڑی ہوتے ہیں' سو طرح کی چیزیں اکٹھی کرنا ہیں حالانکہ عباد کے گھر والے بار بار منع کر رہے ہیں کہ انہیں کچھ نہیں چاہیے لیکن میری تو اکلوتی بیٹی کی شادی ہے' میں تو سارے ارمان پورے کروں گی۔"

تائی جان کو اب بھی ان کا حال احوال لینے سے کوئی غرض نہ تھی۔ وہ اپنی ہی کہے جا رہی تھیں۔ شاید دھیان سے ان کی باتیں سن بھی نہ رہی تھیں۔ وہ پیاسی نگاہوں سے اس گھر کے در و دیوار کو دیکھ رہی تھیں۔ کتنی یادیں جڑی تھیں' ان کی اس گھر سے بے شک گھر میں بہت سی تبدیلیاں آ چکی تھیں پھر بھی یہاں آنے کے بعد ان کے دل کی حالت عجیب ہو گئی تھی۔ ماہا نے ایک نگاہ ماں کے چہرے پر ڈالی' وہ ان کی ذہنی کیفیت سمجھ سکتی تھی۔ تائی جان کو البتہ ان کی ذہنی کیفیت سے کوئی سروکار نہ تھا۔

"لاکھوں میں ایک ہے میری بچی۔ کیا ہے جو پاؤں

میں ذرا سا نقص ہے لیکن تم عباد الرحمن کو دیکھو گے تو جی جل کر خاک ہو جائے گا کم از کم دس سال تو بڑا ہے نگی سے اور اتنے واجبی سے نقوش۔ مجھے تو صرف نگی کی خود سری کی وجہ سے یہ دن دیکھنا پڑا ہے۔ اگر نگی کا دماغ نہ ہوتا تو جب عباد الرحمن کی بہنیں رشتہ مانگنے آئیں تھیں تب ہی کھری کھری سنا کر واپس بھیج دیتی۔ میری تو راتوں کی نیندیں اڑ گئی ہیں کہ شادی والے دن لوگوں کی نگاہوں کا سامنا کیسے کروں گی۔ بنّی صاحبہ تو مزے سے رخصت ہو جائیں گی لوگوں کی طنزیہ باتیں تو مجھے ہی سننا پڑیں گی نا!"

"شکل و صورت اچھی بری ہونے سے کیا ہوتا ہے بھابھی! باطن پر نگاہ ڈالنا چاہیے۔" مدحت نے انہیں رسانیت سے سمجھانا چاہا تھا۔

"ارے اب ایسی دوربین جیسی نگاہ کہاں سے لائیں ہم، ہمیں تو شکل و صورت ہی نظر آتی ہے۔ ایسا پکا رنگ ہے نگی کے دولہا کا کہ ہماری تو سات نسلوں میں کوئی ایسا شخص پیدا نہیں ہوا تھا لیکن دیکھ لینا اس نگی کم بخت کے بچے کیسے کالے پیلے پیدا ہوں گے۔" ان کا ملال کسی طور کم نہ ہو رہا تھا۔ انہیں سمجھانا ہی فضول تھا سو مدحت بھی چپ چاپ ان کی سنے گئیں۔

"پہلے پتا ہوتا تو نگی کی بچی کی جاب چھڑوا دیتی۔ لوگوں کی زبانیں کون پکڑے گا۔ ہر کوئی یہ ہی کہے گا کہ منہ دیکھا نہ متھا فقط دولت پر ریجھ کر امیر کبیر باس کو پھانسا ہے نگی نے۔ اب میں کس کس کو بتاؤں گی کہ دونوں کی وہ مل گئی تھی کیا کہتے ہیں اسے 'مینٹل کیمسٹری۔'" تائی جان کے انداز پر ماہا کو نہ چاہتے ہوئے بھی ہنسی آ گئی۔

"چلو تم لوگ وقت سے آ گئے۔ مجھے کچھ سہارا ہو جائے گا۔ نگی کی شاپنگ ادھوری پڑی ہے۔ ماہا کے ساتھ مل کر مکمل کر لے گی میرے تو جوڑوں میں اتنا شدید درد ہے کہ چلنا پھرنا محال ہے۔"

"شازمہ بھابھی بھی تو ہیں۔" نگی باجی کے ساتھ شاپنگ کرنے پر قطعی اعتراض نہ تھا پھر بھی وہ کہے بنا نہ رہ پائی۔

"تمہاری شازمہ بھابھی کب اتنی اچھی ہیں کہ ہمارے کسی کام میں ہاتھ بٹائیں۔ ہم نے بھی بچے پیدا کیے مگر وہ تو لگتا ہے کوئی انوکھا بچہ پیدا کر رہی ہے بیڈ ریسٹ کے نام پر سارا دن بستر پر پڑی اینڈتی رہتی ہے۔ اب پتا تھا کہ شادی کا گھر ہے کچھ کام وام کروانا پڑے گا تو اس کی ماں میکے لے گئی۔ ماں کی ہی شہہ ہے ساری۔ مجھے پہلے پتا ہوتا کہ اتنی بگڑی ہوئی لڑکی ثابت ہو گی تو کبھی بہو نہ بناتی۔"

تائی جان نے دل جلے انداز میں کہا۔ ماہا کے دل میں تھوڑی سی ٹھنڈک پڑی تھی۔ وہ یقیناً ایسی ہی بہو کی مستحق تھیں۔ کوئی بے چاری سی لڑکی ان کی بہو بنتی تو انہوں نے اس کا ناک میں دم کر دینا تھا۔

"نگی باجی اب بھی آفس جاتی ہیں کیا۔" تائی جان شازمہ بھابھی کے متعلق مزید دکھڑے رو رہی تھیں کہ ماہا نے تنگ آ کر پوچھ ہی لیا۔

"ارے نہیں۔ آفس تو چھڑوا دیا اس کا۔ اب تو انہی دوستوں کو کارڈ بانٹنے گئی ہے۔ آدھا شہر تو دوست ہے اس کا۔" انہوں نے بیزاری سے جواب دیا تھا۔

تھوڑی دیر میں نگی باجی کی واپسی بھی ہو گئی تھی۔ انہیں دیکھ کر وہ بے تحاشا خوش ہوئی تھیں۔ مدحت نے انہیں گلے لگا کر ڈھیروں دعاؤں سے نوازا تھا۔ ماہا نے ان کے چہرے پر کچھ تلاشنا چاہا تھا۔ کہیں وہ کوئی سمجھوتا تو کرنے نہیں چلی تھیں لیکن ان کے چہرے کی چمک ماہا کے ہر خیال کی نفی کر رہی تھی۔

رات کے کھانے کے بعد مدحت نے واپسی کی اجازت چاہی تھی۔

"لو یہ کیا بات ہوئی اب تم لوگوں نے یہاں ہی رہنا ہے۔ سو طرح کے صلاح مشورے کرنے ہیں مجھے تم سے۔ اپنی عقل تو میری ماؤف ہوئی پڑی ہے اور ماہا نگی کی شاپنگ مکمل کروائے گی۔" تائی جان اپنی غرض کے تحت انہیں روکنا چاہ رہی تھی۔

"ہم کل پھر آ جائیں گے بھابھی۔" مدحت کا یہاں رکنے کا موڈ نہ تھا۔

"میں نگی باجی کے پاس ہی ٹھہروں گی۔" ماہا نے ماں

کو آگاہ کیا۔

"ٹھیک ہے جیسے تمہاری مرضی، چلیں مدحت چچی پھر ہم تو چلیں۔"

اس سے پہلے مدحت اسے کچھ کہتیں سعد نے فوراً اس کا فیصلہ تسلیم کر لیا تھا اور مدحت کو اس کے یہاں رکنے پر تو کیا اعتراض ہونا تھا مگر اس کے انداز پر انہیں خوب ہی غصہ آ رہا تھا۔ وہ اس پر ایک خفگی بھری نگاہ ڈالتے ہوئے اٹھ گئی تھیں۔ ماہا نے نگاہیں چرالیں۔

اور لگ رہا تھا وقت آج ٹھہر سا گیا ہے۔ رات بہت دیر بعد جب نگی باجی اور اسے تنہائی میسر آئی تو وہ اپنے ذہن میں کلبلاتا سوال ان سے پوچھے بنا نہ رہ پائی۔

"آپ خوش تو ہیں نگی باجی۔"

"میں بہت خوش ہوں ماہا! عباد بہت نائس شخص ہیں۔ اتنی مشکلوں سے ہماری شادی ارینج ہوئی ہے کہ مجھے تو اب تک یقین ہی نہیں آتا۔" وہ مسکراتے ہوئے بولی تھی۔

"تائی جان تو بہت خفا ہیں آپ سے۔ انہیں آپ کی چوائس بالکل پسند نہیں آئی۔" اس نے انہیں جتایا تھا۔

"امی صرف ظاہر دیکھتی ہیں ماہا! عباد کی خوب صورت سوچوں تک ان کی رسائی ہی نہیں۔ امی کو عباد کے لیے منانا میرے لیے دنیا کا سب سے مشکل کام ثابت ہوا۔ دنیا بھر کی ماؤں کی طرح ان کی خواہش تھی کہ ان کا داماد لاکھوں میں ایک ہو اور یقین کرو امی کے طرز عمل پر مجھے ان سے لاکھ اختلاف سہی مگر مجھے خوشی بھی تھی کہ وہ صرف میری ماں بن کر سوچ رہی ہیں۔ امی کو عباد کی دولت، جائیداد، کاروبار سے کوئی غرض نہیں تھی لیکن بہرحال پاپا اور سہیل بھائی تو اسی لیے راضی ہوئے ہیں اور انہوں نے ہی امی کو منایا۔"

"تو عباد بھائی آپ کے باس تھے۔ آپ نے کبھی مجھے ان کے متعلق بتایا ہی نہیں۔" اس نے شکوہ کیا تھا۔

"مجھے اپنی لو اسٹوری منطقی انجام تک پہنچنے کی امید ہی نہ تھی۔ نیا کسی پار لگتی تو تمہیں بتاتی نا!"

"آپ نے مجھے جب بھی فون کیا، یہ ہی کہا کہ سارا مسئلہ تمہاری تائی جان کا ہے اور میں سمجھی کہ تائی جان کی وجہ سے سعد بھائی آپ سے شادی پر رضامند نہیں ہو رہے۔"

"سعد کا کیا ذکر یہاں؟" نگی حیران ہوئی۔

"میں تو یہ ہی سمجھتی رہی نا نگی باجی کہ آپ اور سعد بھائی ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔" اس نے اپنی بے وقوفی کا اعتراف کیا۔

"سعد میرا بچپن کا دوست ہے ماہا! ایک دوسرے کو ناپسند کرنے کی ہمارے پاس کوئی وجہ نہیں لیکن تم نے اس پسندیدگی کو غلط معنی کیونکر پہنائے۔" نگی کی حیرت کم نہ ہو رہی تھی۔

"میں نے خود آپ کی اور تائی جان کی باتیں سنی تھیں۔ تائی جان سے آپ نے خود کہا تھا کہ سعد بھائی کا ساتھ آپ کی زندگی کی سب سے بڑی خوشی ہے جو تائی جان کی وجہ سے آپ کو نہیں مل سکتی۔" وہ اتنی الجھی ہوئی تھی کہ نگی کو سب کچھ صاف صاف بتا دیا۔

"او گاڈ! پتا نہیں تم نے کب امی اور میری باتیں سن لیں، یہ سچ ہے ماہا کہ امی میرے ٹانگ کے نقص کی وجہ سے پریشان تھیں اور میرے لیے سعد انہیں ہر لحاظ سے پرفیکٹ لگتا تھا اور میری معذوری کے بعد ہی انہوں نے سعد کو توجہ دینا شروع کی تھی لیکن ان کی یہ خود غرضی میرا جی جلا کر خاک کر دیتی تھی۔ سعد کے ساتھ ماضی میں کیے گئے ناروا سلوک پر انہیں شرمندہ کرنے کی خاطر میں نے کوئی ایسی بات کر دی ہو گی لیکن اگر مجھے پتا ہوتا کہ میری لاپروائی سے کی ہوئی بات کو تم چھپ کر سنو گی اور سن کر اتنا سیریس ہو گی تو میں بولنے سے پہلے سو دفعہ سوچتی۔ بغیر کسی تحقیق کے تم نے کتنی جلد ایک غلط نتیجہ اخذ کر لیا۔"

نگی باجی نے اسے گھر کا تھا جبکہ اس کے پاس بولنے کو کچھ نہ بچا تھا۔ نگی کتنی دیر تک اسے غور سے دیکھتی رہی پھر مسکرا کر اس کے ہاتھ تھام لیے۔

"میں تم سے دور تو نہیں تھی نا مجھ سے فون کر کے

وضاحت مانگ لیتیں۔ اتنے دن فضول میں خود بھی پریشان رہی اور اس شریف بندے کو بھی ٹینشن میں مبتلا کیے رکھا۔" اس نے جھٹکے سے سر اٹھا کر آنکھیں پھاڑ کر انہیں دیکھا۔

"یعنی آپ جانتی ہیں؟" حیرت کے مارے اس کے الفاظ بھی گم ہو گئے۔

"جی جناب میں جانتی ہوں سب کچھ۔" نگی نے پیار سے اس کی ٹھوڑی چھوئی تھی۔

"سعد بے چارہ اپنے مستقبل کے بارے میں صحیح پریشان ہے تم جیسی جذباتی جلد باز اور احمق لڑکی کے ساتھ آخر کیسے گزارا ہو گا اس کا۔" نگی اس بار اسے چھیڑ رہی تھی۔

"اگر وہ اپنے مستقبل کے بارے میں اتنے ہی پریشان ہیں تو انہیں کس حکیم نے مشورہ دیا تھا کہ ماما سے میرے بارے میں بات کریں۔" وہ خفا ہوئی تھی۔

"یہ بہت اچھا سوال ہے۔" نگی اس کے انداز پر ہنس پڑی تھی۔

"اس کا جواب یہ ہے ماہا ڈیر کہ محبت میں انسان عقل پر سے اختیار کھو بیٹھتا ہے اور اس کیفیت میں اس سے ایسے بے وقوفانہ فیصلے سرزد ہو جاتے ہیں۔" نگی شرارت کے موڈ میں تھی۔

"پلیز نگی باجی میں سیریس ہوں۔" وہ ناراضی سے گویا ہوئی۔

"میں بھی سیریس ہوں جان اور سچ یہی ہے کہ سعد تم سے محبت کرنے لگا ہے۔ یہ اس کی زندگی کا سب سے بڑا سچ اور اس سچائی کو تسلیم کر کے اس نے جو فیصلہ کن قدم اٹھایا ہے وہ اس کی زندگی کا سب سے بروقت اور خوب صورت فیصلہ ہے۔" نگی کے کہنے پر وہ ششدر رہ گئی تھی۔ کتنی دیر تک اسے بے یقین نگاہوں سے تکتی رہی۔

"آپ کو کس نے کہا کہ سعد بھائی مجھے پسند کرتے ہیں۔" اس نے دھیمے لہجے میں پوچھا۔ محبت کا لفظ زبان پر لاتے ہوئے عجیب جھجک سی محسوس ہو رہی تھی۔

"مجھ سے کسی نے نہیں کہا تھا ماہا جی کہ سعد نے بھی نہیں بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اسے باور کروانے والی بھی میں ہی تھی کہ وہ تمہاری محبت میں گرفتار ہو گیا ہے اور اس نے شروع شروع میں یہ بات ہنس کر ٹال دی تھی۔ اسے اپنی دلی کیفیت کا خود بھی اندازہ نہ تھا لیکن تم خود ہی بتاؤ جب کوئی ہر وقت کسی کے خیال میں گم رہے۔ کسی کی بے وقوفیوں کو یاد کر کے لب آپ ہی آپ مسکرانے لگیں اور ہر وقت زبان پر اسی کا تذکرہ رہے تو یہ علامات کسی چیز کی نشان دہی کرتی ہیں۔"

"میں نے ایسی کون سی بے وقوفیاں کی تھیں، جنہیں وہ یاد کر کے ہنستے تھے۔" اس نے ذرا سا برا مان کر پوچھا۔

"پہلی ملاقات میں سعد کو سہیل سمجھ کر گئیں نہیں لڑائی تھیں کیا؟" نگی نے ہنستے ہوئے پوچھا۔ وہ چپ رہی۔

"اسے چائے کا کپ پیش کرنے بھی شاید تم ہی گئی تھیں۔"

"جی نہیں میں انہیں چائے دینے ہرگز نہیں گئی تھی۔ میں سمجھی تھی کہ تایا جان..." نگی کے چہرے پر پھیلتی محظوظ مسکراہٹ دیکھ کر اس نے بات ادھوری چھوڑ دی تھی۔

"اور بے چارہ تمہیں لے کر ایک خبطی ڈاکٹر کے پاس بھی تو گیا تھا اور جب ڈاکٹر نے تمہیں مسز سعد سمجھا تو تمہارے چہرے پر اتنے خوفناک تاثرات ابھرے تھے کہ سعد جیسا بندہ بھی بوکھلا گیا تھا۔"

"یعنی انہوں نے آپ کو ایک ایک بات بتائی۔" اس نے ہولے سے پوچھا۔

"نہ صرف ایک ایک بات بتائی بلکہ ایک بار نہیں کئی بار بتائی۔ تب ہی مجھے شک ہوا کہ سعد صاحب کے دل کے ساتھ ہاتھ ہو گیا ہے۔ جب سعد سے پوچھا تو اس نے فوری طور پر تو تردید کر ڈالی۔ دراصل اسے خود کو یقین نہ آ رہا تھا کہ اسے اپنے سے آٹھ برس چھوٹی ایک بے وقوف سی لڑکی سے محبت ہو گئی ہے۔ آخر کار اسے دل کی بات پر کان دھرنے پڑے تھے پھر

اسے یہ دھڑکا لگ گیا کہ ماہا صاحبہ کے حقوق کوئی اور اپنے نام محفوظ نہ کروا لے۔ ظاہر ہے ایسی پیاری لڑکی پر کسی کی بھی نگاہ ٹھہر سکتی ہے، اسی لیے اس نے پہلی فرصت میں مدحت چچی کے پاس جا کر تمہارا ہاتھ مانگ لیا۔" نگی نے بہت مزے سے اسے ساری تفصیل سے آگاہ کیا تھا۔

"حیرت ہے نگی باجی! میں آپ کی باتوں کو جھٹلا نہیں رہی لیکن سعد بھائی کے کسی انداز سے میں ان کے دلی جذبات کا اندازہ لگا نہیں پائی۔" اس نے گہرا سانس اندر کھینچا تھا۔

"سعد جیسے ڈیسنٹ شخص سے تم کیا توقع کرتی ہو وہ تمہیں محبت بھری نگاہوں سے تکتے ہوئے تمہارا ہاتھ پکڑ کر تم سے عشق و محبت کے ڈائیلاگ بولے گا۔" نگی نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"آپ چاہیں تو مذاق اڑا لیں لیکن سچ تو یہ ہے کہ میرا دماغ ماؤف ہو چکا ہے۔" اس کے انداز میں بے بسی در آئی تھی۔

"میں تمہاری ذہنی کیفیت سمجھ سکتی ہوں ماہا! لیکن یقین کرو آہستہ آہستہ تمہارا دل اپنے اور سعد کے رشتے کی حقیقت کو تسلیم کر لے گا بلکہ پھر اس کے دھڑکنے کا انداز بھی بدل جائے گا۔ سعد کی یکطرفہ محبت ہرگز بھی یکطرفہ نہیں رہے گی، وہ بہت پیارا شخص ہے ماہا! سچ مچ محبت کے قابل۔" نگی نے اسے یقین دلایا تھا۔

"میں نے آج تک بہت سیدھی سادی زندگی گزاری ہے نگی باجی! محبت وحبت کے بارے میں تو کبھی خوابوں میں بھی نہیں سوچا۔ میں نے اپنی زندگی کے ہر فیصلے کا اختیار اپنی ماما کو دے رکھا تھا۔ چاہے وہ کسی راہ چلتے سے بھی میری شادی کرتیں تو میں خوشی خوشی کر لیتی، سعد بھائی کی صورت میں انہوں نے یقیناً" میرے لیے بہترین انتخاب کیا اور اب جب مجھے پتا چل چکا ہے کہ ان کی اور آپ کی کوئی کمٹمنٹ نہیں تھی تو مجھے ان کے اس فیصلے پر بھی کوئی اعتراض نہیں لیکن۔" اس نے بات ادھوری چھوڑی۔

"لیکن کیا؟" نگی نے اسے محبت سے دیکھتے ہوئے پوچھا اس پیاری سی لڑکی میں یقیناً" کوئی ایسی بات تھی کہ تھوڑے سے عرصے میں ہی اس سے دل کا گہرا رشتہ جڑ گیا تھا۔

"لیکن یہ کہ اپنے عباد الرحمن کا بائیو ڈیٹا بھی تو بتائیں اب پتا چلا کہ آپ بھاگ بھاگ کر آفس کیوں جاتی تھیں اور تو اور سہیل بھائی کی شادی میں بھی چھٹیاں نہیں لیں۔ ہم سے کہتی تھیں میرا باس بہت کھڑوس ہے اور باس صاحب تو آپ پر فریفتہ تھے۔ آپ تو بڑی تیز نکلیں نگی باجی۔"

اس نے انہیں چھیڑا تھا۔ اتنی دیر سے ان سے اپنا معاملہ ہی ڈسکس کیے جا رہی تھی اب کچھ ان سے ان کے بارے میں بھی تو بات کرنا تھی۔

"عباد کے متعلق بتاؤں؟ اچھا پھر تو یہ ساری رات جاگنے والی بات ہے پہلے ایک ایک کپ کافی کا ہو جائے پھر تسلی سے بیٹھ کر باتیں کریں گے۔"

نگی کا رت جگے کا پروگرام تھا۔ وہ خوش دلی سے کہتی کافی بنانے چل دی تھی اور نیند تو خود اس کی آنکھوں سے بھی کوسوں دور تھی۔ کیسے عجیب عجیب انکشاف کیے تھے نگی نے۔ دل اب یقین کرنے پر تیار لگتا تھا مگر کیا کیا جاتا اس حماقت کا جو وہ کر چکی تھی۔ ولید کے متعلق سعد کی غلط فہمی کیسے دور کی جاتی۔ نگی باجی سے مدد لی جا سکتی تھی لیکن وہ اپنی نئی زندگی کے نئے سفر کی شروعات کر رہی تھیں، ان کے سوچنے کو اور بہت سی باتیں اور کرنے کو بہتیرے کام تھے۔ اب جو کچھ کرنا تھا اسے خود ہی کرنا تھا مگر کیسے کرنا تھا، یہ بات فی الحال سمجھ سے باہر تھی۔ بیڈ کے کراؤن سے ٹیک لگائے وہ گہری سوچ میں ڈوب گئی تھی۔

☆ ☆ ☆

آج نگی باجی کی مہندی تھی۔ وہ اس وقت اسٹیج پر اپنے سسرالیوں کے نرغے میں تھیں۔ ماہا ایک کونے میں بیٹھی مسکراتے لبوں سے انہیں دیکھے جا رہی تھی۔ زرد سوٹ میں پھولوں کا زیور پہنے نگی باجی کتنی پیاری لگ رہی تھیں۔ یہ سوٹ ماہا نے خود ان کے لیے

ڈیزائین کیا تھا اور سب نے ہی تعریف کی تھی۔ آج کتنے دنوں بعد اسے فراغت نصیب ہوئی تھی ورنہ کبھی بازاروں کے چکر لگ رہے ہوتے تو کبھی نگی باجی کو پارلر لے کر جانا ہوتا۔ ان کے جہیز کے کپڑے سیٹ کرکے سوٹ کیس تیار کیے۔ غرض کاموں کا ایک لامتناہی سلسلہ تھا، جس کا آج اختتام ہوا تھا۔ حیرت انگیز طور پر تائی جان ہر آئے گئے کے سامنے اس کی تعریف کر رہی تھیں۔ خیر ان کی تعریف سے اسے کیا سروکار ہونا تھا۔ اس نے جو کچھ کیا نگی باجی کی محبت میں کیا بلکہ ایک وہ ہی کیا سعد بھی شادی کے انتظامات میں صرف اسی لیے پیش پیش رہا تھا کہ نگی اور اس کی بے لوث اور پرخلوص دوستی تھی ورنہ تائی جان سے اسے کتنی شدید قسم کی چڑ تھی۔ یہ بات ماہا سے ڈھکی چھپی تو نہ تھی اور آج کتنے دنوں بعد اسے سعد نظر آیا تھا۔ ایش گرے ٹوپیس سوٹ میں اس کا دراز قد وجیہہ سراپا تقریب میں سب سے نمایاں نظر آ رہا تھا۔ پچھلے کئی دنوں سے ماہا اس کا سامنا کرنے سے کترا رہی تھی حالانکہ مجیب ہاؤس کے اس کے صبح شام چکر لگتے تھے لیکن اس کا سامنا کرنے کے خیال سے ہی ماہا کو عجیب سی جھجک ہونے لگتی۔

ماہا کو ہرگز اندازہ نہ تھا کہ یہ احساس کہ کوئی آپ کو پسند کرتا ہے، آپ پر اتنا حاوی بھی ہو سکتا ہے کہ آپ شعوری یا لاشعوری طور پر ہر وقت اسی کو سوچے جاتے ہیں شاید اس کے دل کی سلیٹ بالکل صاف تھی۔ نگی باجی نے صحیح کہا تھا کہ جب تم اس حقیقت کو تسلیم کر لو گی تو تمہارے دل کے دھڑکنے کا انداز بدل جائے گا سو وہ بدل چکا تھا لیکن ایک حماقت جو وہ کر چکی تھی اس کا ازالہ باقی تھا اگرچہ ابھی تک اس کی کوئی صورت نظر نہ آ رہی تھی۔ فی الحال وہ ساری سوچیں پس پشت ڈالتے ہوئے نگی باجی کے بارے میں سوچے جا رہی تھی۔ ایک دن بعد انہوں نے پرائی ہو جانا تھا۔

"اللہ آپ کو بہت سی خوشیاں دکھائے نگی باجی۔" اس نے دل کی گہرائیوں سے ان کے لیے دعا کی تھی۔

"تو گویا آج آپ اپنی سلیمانی ٹوپی گھر بھول آئی ہیں۔" اچانک کوئی پیچھے سے قریب آ کر بولا تھا۔ ماہا کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔

"اسلام علیکم سعد بھائی۔" وہ منمنا کر سلام ہی کر پائی۔

"مجھے یاد نہیں پڑتا، میں نے تمہیں کسی قسم کا ادھار دیا ہوا ہے۔ کیوں چھپتی پھر رہی ہو مجھ سے۔" اس نے سلام کا جواب دینے کے بعد مسکرا کر دریافت کیا۔

"ایسی تو کوئی بات نہیں سعد بھائی! بس اتفاق ایسا ہوتا تھا کہ جب آپ گھر آتے تو میں کسی نہ کسی کام میں مصروف ہوتی تھی۔" وہ نگاہیں چراتے ہوئے دھیمے لہجے میں بولی دل کی دھڑکن جانے کیوں قابو سے باہر ہوتی جا رہی تھی۔

"یہ اتفاق بہت طویل ہو گیا تھا۔ خیر چھوڑو اور سناؤ تمہاری پڑھائی وغیرہ کیسی جا رہی ہے۔" اس نے ہلکے پھلکے انداز میں پوچھا تھا۔

"پڑھائی ٹف ہے سعد بھائی! لیکن کلاس میں میری جی پی تیسرے نمبر پر ہے۔" اس کا اعتماد بھی قدرے بحال ہوا تھا۔

"گڈ اور وہ ولید صاحب وہ کچھ سیریس ہوئے پڑھائی میں یا ابھی تک اسی طرح غیر سنجیدہ ہیں۔" سعد کا اگلا جملہ اتنا غیر متوقع تھا کہ ماہا چند لمحوں کے لیے کچھ بول نہ پائی یعنی سعد کچھ بھولا نہ تھا اور ظاہر ہے یہ بات بھلانے والی تھی بھی نہیں۔

"ایکسکیوزمی سعد بھائی! آپ برا نہ مانیں تو میں کچھ دیر کے لیے نگی باجی کے پاس چلی جاؤں؟ سب لوگوں نے انہیں مہندی لگا دی ہے۔ بس میں ہی رہ گئی ہوں۔" وہ ایک دم اٹھ گئی تھی۔ سعد کی متبسم نگاہوں نے دور تک اور دیر تک اس کا پیچھا کیا تھا۔

☼ ☼ ☼

"ڈیسنٹ سے عباد بھائی اسے تو بہت اچھے لگے تھے۔ رنگت بے شک سانولی تھی لیکن پرسنالٹی کا رکھ رکھاؤ، بولنے کا انداز، سب انہیں انتہائی مہذب انسان ثابت کر رہے تھے۔ دلہن بنی نگی باجی پر بھی ٹوٹ کر روپ چڑھا تھا لیکن تائی جان کی آنکھیں آج خشک ہونے کا نام نہیں لے رہی تھیں۔ اب بھی وہ مدحت اور ماہا کے پاس بیٹھی آنسو بہا رہی تھیں۔

"ابھی رخصتی میں کچھ وقت ہے بھابھی! آپ ابھی سے ہی ہمت ہار رہی ہیں۔" مدحت نے انہیں حوصلہ دیا تھا۔ پاس بیٹھی دو چار رشتہ دار خواتین نے ان کی تائید کی تھی۔

"نکاح تو ہو چکا۔ میری بچی تو پرائی ہو گئی نا۔" وہ مدحت سے ہٹ کر رونے لگی تھیں۔ ماہا کو بھی پہلی بار ان سے دلی ہمدردی محسوس ہوئی وہ اس وقت صرف ایک ماں تھیں جن کی اکلوتی بیٹی کچھ دیر میں رخصت ہونے والی تھی۔

"تائی جان پلیز۔ اب حوصلہ کریں نگی باجی کو دیکھیں۔ انہوں نے بھی تو خود کو کمپوز کر رکھا ہے۔ آپ کی حالت دیکھ کر وہ پریشان ہو جائیں گی۔ انہوں نے زندگی کے نئے سفر کا آغاز کیا ہے، انہیں آپ کی دعاؤں کی ضرورت ہے۔" اس نے انہیں سمجھانا چاہا تھا۔

"بہت سمجھ دار ہے تمہاری بیٹی مدحت! اس نے نگی کی بہن ہونے کا حق ادا کر دیا۔" بیٹی کی جدائی کے خیال نے ان کے دل کو زیادہ ہی گداز کر دیا تھا ورنہ وہ اور کسی کا احسان مانیں، یہ کب ممکن تھا۔

"اور یہ سعد! سچ کہوں تو یہ بھی ہیرا لڑکا ہے ماشاءاللہ دونوں کی چاند سورج کی جوڑی ہو گی۔ اللہ تمہیں دونوں کو خوشیاں دکھائے۔"

سعد ان سے کچھ پوچھنے قریب آیا تھا کہ انہوں نے اچانک دعا دے ڈالی سعد کے لبوں پر تو مسکراہٹ ابھر کر معدوم ہو گئی ماہا البتہ بری طرح سٹپٹائی تھی جو بات اس سے آفیشلی چھپائی جا رہی تھی وہ یوں سب کے سامنے عیاں ہو گئی تھی مدحت خاموش کھڑی رہیں۔ جٹھانی سے یہ بھی نہ کہہ سکیں کہ اسی سعد کے متعلق انہوں نے مسلسل اور متواتر گمراہ کن خبریں پہنچائی ہیں۔ کسی کی یادداشت اتنی بھی کمزور ہو سکتی ہے؟ ذرا جو ان کے چہرے پر شرمندگی یا ندامت ہو۔

مدحت صرف سوچ ہی پائی تھیں کہ پچھلی باتوں کو دہرانے سے اب کیا حاصل تھا۔

"بہت ٹائم ہو گیا آنٹی! بس اب رخصتی کی رسم نہ ہو جائے۔" اتنے میں نگی کی نند قریب آئی تھی۔ تائی جان نے آنسو پونچھتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا اور تھوڑی دیر بعد نگی عباد کی سنگت میں رخصت ہو گئی تھی۔

ماہا ماں کے کندھے سر سر ٹکائے آنسو بہانے میں مشغول تھی، جب سعد نے آ کر پکارا۔

"چلنے کا کیا پروگرام ہے مدحت چچی!"

ماہا ٹشو سے ناک پونچھتی ماں سے الگ ہوئی۔

"ہاں بس چلتے ہیں۔ اٹھو ماہا۔" مدحت نے اسے مخاطب کیا اس نے سر ہلا دیا۔ نگی باجی رخصت ہو کر جا چکی تھیں۔ تائی جان کے گھر جا کر اب کیا کرنا تھا سعد نے ایک اچٹتی نگاہ اس پر ڈالی۔ چھوٹی سی ناک رگڑ رگڑ کر سرخ کر ڈالی تھی۔

"یہ لڑکی ہر روپ میں اتنی دلکش کیوں لگتی ہے۔" مدحت چچی چونکہ پاس کھڑی تھیں اس لیے اسے نگاہ چرانا پڑ گئی۔

☼ ☼ ☼

رات آدھی سے زیادہ بیت چکی تھی لیکن نیند ماہا کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ اس نے ایک نظر اپنے برابر میں سوئی ہوئی مدحت پر ڈالی وہ اتنی تھکی ہوئی تھیں کہ تقریب سے واپسی پر چینج کرنے کے بعد فوراً ہی گہری نیند میں کھو گئی تھیں۔ تھکن سے تو ماہا کا بھی برا حال ہو رہا تھا لیکن اعصاب پرسکون ہوتے تو نیند آتی نا۔ یہ بیڈ روم سعد کا تھا جبکہ ان کی وجہ سے سعد کو اپنا ڈیرا لاؤنج میں جمانا پڑا تھا۔

وہ کروٹوں پر کروٹیں بدل کر تھک گئی تھی۔ بیڈ روم میں سعد کے مخصوص کلون کی بھینی بھینی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ وہ یہاں موجود نہ ہوتے ہوئے بھی ماہا کو اپنی موجودگی کا احساس دلا رہا تھا۔ جب نیند آ کر ہی نہ دی تو وہ تنگ آ کر اٹھ گئی۔ کچن میں جا کر چائے بنانے کا سوچا

نیند چاہے نہ آتی بوجھل دماغ تو قدرے فریش ہو جاتا۔ وہ مدحت پر ایک نگاہ ڈالتے ہوئے دبے پاؤں اٹھی۔ آہستہ سے دروازہ کھول کر باہر جھانکا۔لاؤنج میں زیرو پاور کے بلب کی ملگجی سی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔سعد کشن سر کے نیچے رکھے کارپٹ پر سو رہا تھا۔

"بے چارے سعد بھائی!" ہماری وجہ سے بے آرام ہوئے۔" اسے افسوس ہوا تھا۔

صوفوں کے پیچھے سے چکر کاٹ کر دبے پاؤں چلتی وہ کچن میں آئی تھی۔ سوئچ بورڈ پر ہاتھ مارا ایگزاسٹ فین چل پڑا تھا۔ سناٹے میں اس کی آواز کچھ زیادہ ہی زور کی لگی۔ اس نے بوکھلا کر سوئچ بورڈ پر دوبارہ ہاتھ مارا۔ کچن روشن ہوا تو ایگزاسٹ فین کا بٹن آف کیا۔

کیتلی ڈھونڈنے کے لیے کیبنٹس کا جائزہ لیا۔ بہت مشکل سے برتنوں کے ڈھیر میں سے کھٹر پٹر کی آوازوں کے بعد کیتلی برآمد ہوئی تھی اور اتنے میں ہی پاؤں پر سے کوئی چیز گزری تھی۔بے ساختہ چیخ کا تو گلا گھونٹ لیا تھا مگر ساس پین ہاتھ سے چھوٹنے سے نہ روک پائی۔ موٹا سا چوہا تھا' جو کچن کے فرش پر پھدک کر بھاگا تھا۔

"مائی گاڈ! یہ" چوہا اس کے پاؤں پر سے گزرا تھا۔ اسے سوچ کر نئے سرے سے جھرجھری آ گئی تھی اتنے میں باہر سے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ ماہا اندازہ لگا سکتی تھی کہ کون آ رہا ہے۔

جس وقت سعد کچن میں داخل ہوا وہ عادی مجرم کی طرح سر جھکائے کھڑی تھی۔ خاموشی سے ایک کپ چائے بنانا دنیا کا اتنا مشکل کام ثابت ہو گا' اسے پہلے سے اندازہ ہوتا تو وہیں بستر پر پڑی کروٹیں بدلتی صبح کر دیتی مگر کمرے سے باہر نکلنے کا ہرگز نہ سوچتی۔ سعد نے جھک کر اس کے قدموں میں گری کیتلی اٹھائی۔ سنک کی ٹونٹی چلا کر پانی سے کھنگالی پھر ذرا سا پانی ڈالتے ہوئے چولہے پر چڑھا دی۔ وہ خاموشی سے اسے سارا کام کرتے ہوئے دیکھتی رہی کھولتے ہوئے پانی میں چینی پتی ڈال کر اس نے آنچ ذرا سی دھیمی کی' پھر موقعہ واردات پر پکڑے ملزم کی طرح سر جھکائے کھڑی ماہا کو مسکرا کر دیکھا۔

"بیٹھ جاؤ۔ چائے بننے میں دو چار منٹ تو لگیں گے ہی۔"

"سوری سعد بھائی! آپ میری وجہ سے ڈسٹرب ہوئے۔" اس نے مری مری سی آواز میں معذرت کی۔

"آپ کی وجہ سے ڈسٹرب ہوئے تو ایک عرصہ ہو گیا ماہا بی بی۔" اس نے مسکراتے ہوئے اس کے لیے ڈائننگ ٹیبل کی کرسی پیچھے کھسکائی۔ وہ شرمندہ شرمندہ سی بیٹھ گئی تھی۔

"آپ جا کر سو جائیں۔ میں دودھ ڈال کر چائے پی لوں گی۔"

"اکٹھی دو کپ چائے پی لو گی؟" سعد نے حیرت سے پوچھا۔ اس نے ناسمجھی سے سر اٹھا کر سعد کو دیکھا۔

"میں نے اپنی بھی بنائی ہے۔" وہ مسکرایا تھا۔

"آپ اچھے بھلے سو رہے تھے' ناحق آپ کو زحمت ہوئی۔" وہ شرمندگی کے احساس سے گڑی جا رہی تھی۔

"اوکے' اوکے۔ اب اتنا شرمندہ ہونے کی بھی ضرورت نہیں۔ جب مستقبل میں بھی یہ ہی کچھ کرنا ہے تو ابھی سے پریکٹس کیوں نہیں۔" سعد کے لاپرواہ سے انداز پر اس نے جھٹکے سے سر اٹھا کر اسے دیکھا یعنی اب بھی وہ مستقبل اس کے ساتھ گزارنے کا ارادہ رکھتا ہے۔

"مدحت چچی اور میری خواہش تو یہ تھی کہ جب تک تمہاری پڑھائی مکمل نہیں ہوتی' تمہیں اس بات سے لاعلم رکھا جائے لیکن کیا کیا جائے ان خاتون کا جنہیں تم تائی جان کہتی ہو' انہوں نے سب کے سامنے یہ ذکر چھیڑ ڈالا حالانکہ....."

"مجھے یہ بات بہت پہلے سے پتا ہے سعد بھائی۔" اس نے آہستگی سے اس کی بات کاٹی۔ اپنی حماقت کا ازالہ کرنے کا جو موقع اللہ نے فراہم کیا تھا' وہ اسے ضائع نہ کرنا چاہتی تھی۔

"جب آپ ہمارے گھر آئے تھے' مجھے جب ہی یہ بات پتا چل گئی تھی سعد بھائی لیکن اس وقت میں سمجھتی تھی کہ نگی باجی اور آپ ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں اس لیے میں نے آپ سے ولید والا جھوٹ بولا حالانکہ ولید میرا....."

"حالانکہ ولید تمہارا رضاعی بھائی ہے۔" سعد نے اطمینان سے اس کی بات مکمل کی۔ وہ اس بار کچھ نہ بول پائی' صرف حیرت سے اسے تکنے لگی تھی۔

"اتفاق سے اس روز ہم ذرا دیر پہلے البمز دیکھ رہے تھے۔ تمہارے اور ولید کی بچپن کی تصویریں دکھاتے ہوئے مدحت چچی نے برسبیل تذکرہ یہ بات بھی بتائی تھی اور بے چارا ولید جو تمہارے منہ سے اپنی منگنی کا سن کر ہکا بکا رہ گیا تھا تمہارے کمرے سے نکلنے کے چار سیکنڈ بعد اس نے اس منگنی کی پرزور انداز میں تردید کر دی تھی۔" سعد نے مسکراتے ہوئے انکشاف کیا تھا اور ولید کی اس دغابازی پر ماہا کو قطعاً کوئی افسوس نہ ہوا تھا۔

"بس اتنی سی بات کی وجہ سے تم پریشان تھیں۔ ہو گئی پریشانی ختم۔" اس نے دوستانہ انداز میں پوچھا اور ماہا کے سر سے واقعی جیسے بھاری بوجھ ہٹ گیا تھا۔

"آپ بہت اچھے ہیں سعد بھائی۔" اس نے سادگی سے اعتراف کر ڈالا۔

"میں اچھا تو واقعی ہوں مگر بھائی ہرگز نہیں۔" سعد نے انگلی اٹھا کر اسے تنبیہہ کی' ماہا اس بار جھینپ کر ہنس پڑی تھی۔

"ویسے جس سادگی اور بے ساختگی سے تم میری تعریف کرتی ہو' کبھی مجھے بھی اپنی تعریف کرنے کا کوئی موقع دے دیا کرو۔ تمہیں پہلے ہی شکوہ ہے کہ میرے کسی انداز سے ظاہر نہیں ہوتا کہ میں تمہاری محبت میں گرفتار ہوں۔" سعد نے مسکراہٹ دباتے ہوئے کہا تھا۔

"یعنی نگی باجی کے پیٹ میں بھی کوئی بات ٹھہر ہی نہیں سکتی۔ آپ سے تو میں پوچھ لوں گی نگی باجی۔" اس نے اپنے دھڑ دھڑ کرتے دل کو سنبھالتے ہوئے ارادہ کیا تھا۔

"تمہیں پتا ہے آج تم رائل بلیو سوٹ میں اتنی پیاری لگ رہی تھیں کہ میں سوچ رہا تھا' نکاح خواں صاحب تو موجود ہیں ہی' انہیں ایک نکاح اور پڑھانے کی زحمت نہ دے دوں۔"

"سعد بھائی! قہوہ ابل رہا ہے۔" اس نے بوکھلا کر چولہے کی طرف اشارا کیا اور نگی باجی کہتی تھیں "سعد جیسے ڈیسنٹ شخص سے تم کیا توقع کرتی ہو کہ وہ تمہارا ہاتھ پکڑ کر رومانٹک ڈائیلاگ بولے؟" بس ہاتھ پکڑنے کی کسر ہی رہ گئی تھی۔ ماہا کے کان کی لویں سرخ پڑ گئی تھیں۔ سعد نے مسکراتے ہوئے دودھ نکالنے کے لیے فریج کھولا۔ چند لمحوں تک فریج کا جائزہ لینے کے بعد اس نے ٹھنڈا سانس بھرتے ہوئے فریج بند کیا۔

"دودھ نہیں ہے۔" اس نے جیسے اطلاع دی۔

"بس پھر بغیر دودھ کا قہوہ آپ ہی پییں' وہ بھی دو کپ۔"

ماہا کو موقع ملنے کی دیر تھی۔ کہنے کے ساتھ ہی وہ جھپاک سے کچن سے نکل گئی۔ پیچھے کھڑا سعد کتنی دیر تک ہنستا رہا تھا۔ زندگی میں اب تک کتنی محرومیاں سہنے کے بعد قدرت کی طرف سے ان کا کیسا ازالہ ہوا تھا۔

اس سادہ سی لڑکی کی سنگت میں زندگی بہت مزے میں گزرنا تھی۔ اس نے مسکراتے ہوئے سوچا اور چولہا بند کر دیا۔